مذہبِ شیعہ

نتیجہ فکر

حضرت شیخ الاسلام علامہ محمد قمر الدین

سجادہ نشین آستانہ عالیہ سیال شریف

دار الکتاب
۲۰/۱۰ ریٹی گن روڈ، لاہور

Marfat.com

Marfat.com

جملہ حقوق محفوظ ہیں

قَالَ اللّٰہُ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی

اِنَّ الَّذِیْنَ فَرَّقُوْا دِیْنَهُمْ وَکَانُوْا شِیَعًا لَّسْتَ مِنْهُمْ فِیْ شَیْءٍ

مذہب شیعہ

نتیجہ فکر

حضرت شیخ الاسلام علامہ محمد قمر الدین

سجادہ نشین

آستانہ عالیہ سیال شریف مدظلہ العالی

قد اہتم بطبعہ خادم دربار عالیہ سید عبدالغنی شاہ ملک اعظم پرنٹنگ پریس گجرات

Marfat.com

تعارف

یہ رسالہ تعصّب مذہبی کو درکنار رکھ کر معرضِ وجود میں آیا ہے۔ مؤلف رسالہ ہذا کے مقصد پر اس رسالہ کا ایک ایک کلمہ واضح دلیل ہے کہ اُمّتِ مرحومہ کو صحیح راستہ دکھانا اور غلط اور گمراہ راستہ کے متعلق خطرات واضح کرنا ہے۔ کہ ہر شخص اپنی صواب دید سے اپنی زندگی کا صحیح لائحہ عمل تیار کر سکے۔

(حضرت المجاہد مولانا **محمد عبدالعزیز** آفندی، ترکی، رومی مدّظلہ العالی)

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ سید المرسلین محمد وعلیٰ وآلہٖ واصحبہٖ اجمعین، اما بعد!

آج کل خلفائے راشدین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی خلافت راشدہ کے انکار میں جس شور اور شر کے مظاہرے کئے جارہے ہیں اور اُمّتِ مرحومہ کی آخرت تباہ کرنے اور اس دنیا میں افتراق اور انشقاق، فتنہ وفساد کی آگ مشتعل کرنے میں جو ہنگامے برپا کئے جارہے ہیں اور اس تمام فتنہ پردازی اور شر انگیزی پر پردہ ڈالنے کے لئے محبّت و تولّی اہل بیت (رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کا دعویٰ کیا جاتا ہے۔ اور ائمہ معصومین وصادقین (رضوان اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین) کی اقتداء اور پیروی کا دم بھرا جاتا ہے۔ اگر اہل بصیرت فرقہ اہل تشیع کے نظریات کا بغور مطالعہ کریں اور دوسری طرف اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلّی اللہ علیہ وسلّم کے ارشاد گرامی اور سلف صالحین کے ایمانی جذبات اور ان کی محیّر العقول اسلامی خدمات کی انجام دہی اور ان کی عقل وادراک سے بالاتر قربانیاں بھی مطالعہ کریں تو وہ حضرات نہایت آسانی کے ساتھ یہ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ اہل تشیع کا نظریہ اور شریعتِ اسلامیہ کے درمیان مکمّل مخالفت اور مناقضت کی نسبت ہے اور ان کا دعویٰ محبّت اہل بیت کرام سراسر بلا دلیل ہے۔ مذہب شیعہ کی ابتداء کیسے ہوئی اور کب ہوئی تو اس کے متعلق انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ صفحات میں عرض کیا جائے گا۔ سرِدست یہ گذارش کرنا ہے کہ اہل تشیع نے اپنے مخصوص مذہب کی بناء ایسی روایات پر رکھی ہے، جو انتہا درجہ محدود ہے کہ احادیث کے عینی شاہد یعنی صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین جن کی تعداد تاریخِ عالم کی رو سے ڈیڑھ لاکھ کے قریب ہے۔ اور بجز اہل تشیع کے باقی تمام اقوام

Marfat.com

عالم پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایمان لانے والوں کی تعداد اس سے کم نہیں بتاتے تو اس قدر تعداد میں سے صرف چار یا پانچ آدمی کی روایت قابل تسلیم اور باقی تمام کے تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی روایات ناقابل تسلیم کرتے ہیں۔ دوسرا جن اصحاب سے اور اماموں سے روائیتیں لینا جائز بتاتے ہیں۔ ان کے متعلق اس ضروری عقیدہ کا دعویٰ کرتے ہیں کہ تقیہ اور کذب بیانی ان کا دین اور ایمان تھا (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ) چنانچہ اہل تشیع کی انتہاء درجہ معتبر کتاب کافی مصنفہ (اہل تشیع کے مجتہد اعظم) ابوجعفر یعقوب کلینی میں مستقل باب تقیہ کے لئے مخصوص ہے اور اس کو اصول دین میں شمار کرتے ہیں۔ نمونہ کے طور پر ایک دو روائیتیں امام ابوعبداللہ جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف منسوب پیش کرتا ہوں۔

عن ابن ابی عمیر الاعجمی قال لی ابوعبد اللہ علیہ السلام یا ابا عمران تسعۃ اعشار الدین فی التقیہ ولا دین لمن لا تقیۃ لہ۔

یعنی حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے اپنے ایک شیعہ ابن ابی عمیر الاعجمی سے فرمایا کہ .... دین میں نوّے فیصدی تقیہ اور جھوٹ بولنا ضروری ہے اور فرمایا کہ جو تقیہ (جھوٹ) نہیں کرتا وہ بے دین ہے (باقی دس کی کسر بھی نہ رہی) دیکھو اصول کافی صد ۴۸۲ اور صد ۴۸۳ پر بھی کثرت کے ساتھ روایات ہیں جن میں سے دو تین نمونہ کے طور پر پیش کرتا ہوں۔

عن ابی بصیر قال قال ابوعبد اللہ علیہ السلام التقیۃ من دین اللہ قلت من دین اللہ؟ قال ای واللہ من دین اللہ۔ یعنی ابوبصیر جو امام عالی مقام امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وزیر و مشیر تھا اور روایت میں اہل تشیع کا مرکز ہے کہتا ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ تقیہ کرنا اللہ کا دین ہے۔ میں نے عرض کیا کہ اللہ کا دین ہے؟ تو امام صاحب نے فرمایا۔ اللہ کی قسم

Marfat.com

ہاں تقیہ (جھوٹ) اللہ کا دین ہے۔

عن عبد اللہ ابی ابن ابی یعفور عن عبد اللہ علیہ السلام قال اتّقوا علیٰ دینکم و احجبوہ بالتقیۃ فانّہ لا ایمان لمن لا تقیۃ لہٗ۔ یعنی ابن ابی یعفور جو امام عالیمقام صادق علیہ السّلام کا ہر وقت حاضر باش تھا۔ وہ کہتا ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ تم اپنے مذہب پر خوف رکھو اور اس کو ہمیشہ جھوٹ اور تقیہ کے ساتھ چھپائے رکھو۔ کیونکہ جو تقیہ نہیں کرتا اُس کا کوئی ایمان نہیں اور صـ ۴۸۴ کی روایات میں سے بھی ایک دو روایتیں پیش کرتا ہوں۔

عن معمر ابن خلّاد قال سئلت ابی الحسن علیہ السّلام عن القیام للولاۃ فقال قال ابو جعفر علیہ السلام التقیۃ من دینی و دین آبائی ولا ایمان لمن لا تقیۃ لہ۔ یعنی حضرت امام موسیٰ کاظم کا خاص شیعہ معمر بن خلّاد کہتا ہے کہ میں نے امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ سے یہ مسئلہ دریافت کیا کہ ان کے امیروں اور حاکموں کے استقبال کے لئے کھڑا ہونا جائز ہے یا نہیں ؟ تو آپ نے فرمایا کہ امام محمد باقر رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ تقیہ کرنا میرا مذہب ہے اور میرے آبا و اجداد کا دین ہے (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ) اور جو تقیہ نہیں کرتا وہ بے دین ہے۔ اسی طرح اسی صفحہ پر محمد ابن مروان اور ابن شہاب زہری کی روایتیں بھی قابل دید ہیں۔ علیٰ ہذا القیاس صـ ۴۸۵ اور صـ ۴۸۶ اور صـ ۴۸۷ تمام کے تمام یہ صفحاتِ تقیہ، مکر و فریب اور کذب بیانی پر مشتمل روایات سے مملو ہیں۔

صفحہ ۴۸۶ پر معلّٰی بن الخنیس کی ایک روایت بھی یاد رکھیں۔ کہتے ہیں

عن معلّٰی بن خنیس قال قال ابو عبد اللہ علیہ السّلام یا معلّٰی اکتم امرنا ولا تذعہ فانہ من کتم امرنا ولم یذعہ اعزّہ اللہ بہ فی الدنیا وجعلہ نوراً بین عینیہ فی الاخرۃ تقودہ الی الجنۃ

Marfat.com

یا معلّٰی من اذاع امرنا ولم یکتمہ اذلّہ اللّٰہ بہٖ فی الدنیا ونزع نورًا من بین عینیہ فی الاٰخرۃ وجعلہ ظلمۃ تقودہ الی النار یا معلّٰی انّ التقیۃ من دینی ودین آبائی ۔ ولا دین لمن لا تقیۃ لہ"۔

یعنی امام جعفر صادق صاحب کا خاص شیعہ اور امام صاحب موصوف سے کثیر الروایات معلّٰی بن خنیس کہتا ہے کہ امام صاحب نے مجھے فرمایا کہ ہماری باتوں کو چھپاؤ اور ان کو مت ظاہر کرو کیونکہ جو شخص ہمارے دین کو چھپاتا ہے اور اس کو نہیں ظاہر کرتا تو اللہ تعالیٰ چھپانے کے سبب سے اس کو دنیا میں عزت دے گا۔ اور قیامت میں اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان ایک نور پیدا کرے گا۔ جو سیدھا جنت کی طرف اس کو لے جائے گا۔ اے معلّٰی! جو شخص بھی ہماری باتوں کو ظاہر کرے گا اور ان کو نہ چھپائیگا تو دنیا میں اللہ تعالیٰ اس سبب سے اُس کو ذلیل کریگا۔ اور آخرت میں اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان میں سے نور کو سلب کریگا اور اسکی بجائے ظلمت اور اندھیرا بھر دے گا۔ جو اس کو جہنم کی طرف لے جائیگا۔ اے معلّٰی تقیّہ کرنا میرا دین ہے اور میرے آبا واجداد کا دین ہے اور جو تقیہ نہیں کرتا وہ بے دین ہے غرضیکہ ایک سے ایک بڑھ چڑھ کر روائتیں ہیں کس کس کو لکھیں۔ اور اہل تشیع کی جس کتاب کو دیکھیں تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ ائمہ صادقین معصومین کی طرف حق کو چھپانے اور تقیہ اور کذب بیانی پر مشتمل روایات منسوب کرنے کی غرض سے یہ کتاب تصنیف فرمائی گئی ہے۔ چونکہ کتاب کافی کلینی اہل تشیع کی تمام کتابوں کا منبع اور ماخذ ہے اور تمام کتابوں سے ان کے نزدیک انتہاء درجہ معتبر ہے۔ حتیٰ کہ اس کتاب کے شروع میں اس کی وجہ تسمیہ میں جلی قلم سے یہ لکھا ہوا ہے " قال امام العصر وحجۃ اللّٰہ المنتظر علیہ سلام اللّٰہ الملک الاکبر فی حقہ ھذا کافٍ لشیعتنا " یعنی اس کتاب کے متعلق امام حجۃ اللہ المنتظر مہدی علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ ہمارے شیعوں کے لئے یہی کتاب کافی ہے۔ تو اسی لئے اس ضروری مسئلہ تقیہ وکتمان حق کے ثبوت میں اسی کافی کی روایات کو کافی سمجھتا ہوں۔

Marfat.com

ل تو یہی چاہتا ہے کہ ہر ایک کتاب سے بطورِ نمونہ ایک ایک روایت پیش کرتا مگر طوالت
کے خوف سے اِسی پر اکتفا کرتا ہوں۔

میں یہ کہہ رہا تھا کہ جن اصحاب سے یہ روایتیں کرنا اہلِ تشیع جائز سمجھتے ہیں،
بتاتے ہیں۔ ان کے متعلق کہتے ہیں کہ تقیہ اور کتمانِ حق ان کا عقیدہ تھا۔ اب اُس کا نتیجہ ظاہر
ہے کہ ایک انتہا درجہ محب اور علمبردار تشیع جونہی ان حضرات سے کوئی حدیث سنے گا اور کسی
امر کا اظہار معلوم کرے گا تو اس کے لئے یہ یقین کرنا ضروری ہے کہ صحیح اور حق بات تو قطعاً
انہوں نے فرمائی ہی نہیں۔ جو بھی ان سے روایت کی گئی ہے سراسر بے حقیقت اور واقعات
کے خلاف ہے۔ اور نفس الامر کے معکس ہے وہ بھلا اپنا اور اپنے آبا و اجداد کا دین کیسے چھوڑ
سکتے ہیں یا ان کے وہ حاضر باش اور رات دن ان کے خدمت گزار جنت کو چھوڑ کر جہنم کا راستہ
کیسے اختیار کر سکتے ہیں تو لہذا جو روایات بھی اہلِ تشیع کی کتابوں میں لکھی گئی ہیں اور جلسوں اور
محفلوں میں بلکہ آج کل تو لاؤڈ سپیکروں کے ذریعہ بلند آہنگی کیساتھ بیان کی جاتی ہیں سراسر
کذب اور واقعات کے خلاف ہیں کون محبّ اہلِ بیت اور کون شیعہ ائمہ طاہرین کے صریح اور واضح
غیر مبہم تاکیدی حکم کی خلاف ورزی کرتے ہوئے بیدین و بے ایمان و جہنمی اور ذلیل
ہونا پسند کریگا۔ اس مقدمہ کو اہلِ فکر کے غور و خوض کے سپرد کرتا ہوں۔ اور گذارش یہ
کرتا ہوں کہ بانیانِ مذہب تشیع نے اصل اور حقیقت پر مبنی دینِ اسلام کو ختم کر دینے اور
شریعتِ مقدسہ کو کلیتہً فنا کر دینے کے لئے یہ سیاسی چال چلی۔ کون شخص یہ نہیں سمجھ سکتا
کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلّم ہی اللہ تعالیٰ اور اس کی مخلوق کے مابین جس طرح واسطہ ہیں۔ اُسی طرح
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم اور حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کی قیامت تک آنے والی ساری اُمت کے
درمیان حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ہی واسطہ ہیں۔ انہی مقدس
لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی کلام کی تفسیر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلّم سے پڑھی۔ اور انہی
مقدس لوگوں نے صاحب اسوۂ حسنہ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلّم کے ارشادات

Marfat.com

گرامیہ اور اعمالِ عالیہ اور سیرتِ مقدسہ کی دولت کو براہِ راست حضور کی ذات سے حاصل کیا۔ جس کو ان کے شاگردوں یعنی تابعین نے ان سے حاصل کیا علیٰ ہذا القیاس وہ مقدس شریعت ہم تک پہنچی۔ اب جبکہ ابتدائی واسطہ یعنی صحابہ کرام ہی کی ذات قدسی صفات ہی قابلِ اعتماد تسلیم نہ کئے جاویں یعنی تین چار کے بغیر ظاہری مخالفت کی بناء پر قابلِ اعتبار نہ رہیں اور یہ تین چار باوجود انتہائی دعویٰ محبت و تولّی کے سخت ناقابلِ اعتماد ثابت کئے جائیں کہ جو بھی ان کی روایات ہونگی یقیناً غلط اور خلافِ واقعہ امر کی طرف راہنمائی کرینگی۔ یا تو خود ان ہستیوں نے ہی تقیۃً وکتماناً للحق غلط اور خلافِ واقعہ فرمایا اور یا ان کے محبانِ خدمت گاران شیعوں نے بہ تعمیل ائمہ کذب، جھوٹ اور خلافِ واقعہ روایت فرمائی۔ بہر صورت ان روایات کو صحیح کہنا اپنی بے دینی اور بے ایمانی پر واضح دلیل پیش کرنا ہے۔ اب رہا قرآن کریم تو اس کے متعلق بانیانِ مذہبِ تشیع و رازداران فرقہ مذکورہ اس قرآن کریم کا صراحتاً انکار کرتے نظر آتے ہیں۔ نمونہ کے طور پر اسی اصولِ کافی صـ ۶۷۱ پر یہ روایت دیکھیں کہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضرت علیؑ قرآن کریم کو جمع کرنے اور اس کی کتابت سے فارغ ہوئے تو لوگوں سے کہا کہ اللہ عزوجل کی کتاب یہ ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر اس کو نازل فرمایا ہے۔ اور میں نے ہی اس کو اکٹھا کیا ہے۔ جس پر لوگوں نے کہا کہ ہمارے پاس قرآن شریف موجود ہے ہمیں کسی نئے قرآن کی کیا ضرورت ہے۔ اس پر حضرت علیؑ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی قسم آج دن کے بعد تم اس قرآن کو کبھی نہ دیکھو گے۔ اسی صفحہ پر امام جعفر صادق صاحب سے منسوب ایک روایت اور بھی ملاحظہ فرمالیں کہ جو قرآن حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے جبریل علیہ السلام لائے تھے اس کی سترہ ہزار (۱۷۰۰۰) آیتیں تھیں اور غریب اہل السنت والجماعت کے پاس تو صرف چھ ہزار چھ سو چھیاسٹھ (۶۶۶۶) آیات والا قرآن کریم ہے۔ اسی اصول کافی کے صـ ۶۷۰ پر بھی نظر ڈالتے جایئے اور اگر اس قرآن کریم سے صراحتاً انکار کی شان کسی حد تک تفصیل کے ساتھ دیکھنا چاہیں تو اصول کافی صـ ۲۶۱ تا صـ ۲۶۸ اور صـ ۶۷ و صـ ۶۷۱ اور ناسخ التواریخ

Marfat.com

جلد ۲ صـ ۲۹۳ و صـ ۲۹۴ اور تفسیر صافی جلد اوّل صـ ۱۲ مطالعہ فرماویں اور بانیان مذہب تشیع کی سیاست کی داد دیں کہ کس طرح صراحت اور وضاحت کیساتھ اس فرقہ نے سرے سے قرآن شریف کا انکار کیا ہے۔

اب میرے محترم بھائیو! حدیث کا اس طریقے سے انکار اور قرآن کا اس طرح انکار تو کوئی بتائے کہ مذہب اسلام اور شریعتِ مقدسہ کسی طرح بھی ممکن الوجود ہو سکتی ہے؟ ممکن ہے میری اس تحریر کا جواب یا جو آگے عرض کرنے والا ہوں۔ اس کا ردّ اہل تشیع حضرات لکھنے کی زحمت کریں تو میں سفارش کرتا ہوں کہ اپنے اس رسالہ میں جتنے حوالے میں نے پیش کئے ہیں۔ ان کا مطالعہ فرما لینے کے بعد یہ تکلیف کریں تاکہ اہل علم حضرات بھی صحیح اور غلط کا اندازہ لگا سکیں اور حق و باطل میں تمیز کر سکیں اور اہل تشیع کے ذاکرین صاحبان کی زحمت بھی اکارت نہ جائے جس صاحب کو کتاب کے حوالہ دیکھنے کی ضرورت محسوس ہو تو سیال شریف آکر کتابیں دیکھ کر اپنی تسلّی کر سکتا ہے۔

اہل تشیع حضرات کی مذہبی روایات اگرچہ پیش کرنا عقل اور انصاف کے لحاظ سے بالکل بے فائدہ ہے۔ جبکہ کوئی ان کی روایت صحیح اور مطابق واقعہ ہونا ممکن نہیں کیونکہ میں یہ نہیں مان سکتا کہ اہل تشیع نے ائمہ کرام کی اصل اور صحیح روایت بیان کی ہو۔ اور اپنے لئے بے ایمانی اور بے دینی منتخب کی ہو۔ اور جہنمی ہونا اختیار کیا ہو۔ بلکہ خود ائمہ کرام نے بھی حسب تصریح اصول کافی وغیرہ کوئی سچی بات ظاہر نہیں فرمائی اور اپنے آبا و اجداد کے مذہب کو نہیں چھوڑا تو پھر ایسی روایات کو لکھنے لکھانے کا کیا فائدہ؟ اور اہل تشیع کے خلاف ایسی روایات ان کے تیار کردہ مذہب کو کیا نقصان پہنچا سکتی ہیں یا ہمیں کیا فائدہ بخش سکتی ہیں مگر میں جو اہل تشیع کی کتابوں سے روائتیں پیش کر رہا ہوں تو میرا مقصد فقط یہ ہے کہ وہ سادہ لوح مسلمان جو ان کی ہنگامہ آرائی اور مجالس میں شرکت کرتے ہیں یا اہل تشیع کے مذہب کو بھی کسی صحیح بنا پر مبنی تصور کرتے ہیں۔ ان کو سوچنے اور غور کرنے کا موقعہ مل سکے۔ تاکہ سوچ

Marfat.com

سمجھ کر قدم اٹھائیں اور چلنے سے پہلے منزلِ مقصود کا نقشہ ملاحظہ کرلیں۔ اسی غرض کے ماتحت یہ رسالہ لکھ رہا ہوں اور شروع سے لے کر آخر تک تمام کی تمام روایات صرف اہلِ تشیع کی معتبر ترین و مسلّم ترین کتابوں سے لکھ رہا ہوں۔ اور حوالہ دکھانے کا ذمہ دار ہوں۔ خلفاء راشدین رضوان اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین کی خلافت کا انکار اور ان مقدس ہستیوں کی شان میں گستاخی اس تبرائی گروہ کا مابہ الامتیاز ہے۔ اور صراحتاً خلفائے راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین اور باقی صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے حق میں سب وشتم اور حضرت سیدنا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ اور ان کی تمام اولاد طاہرین ائمہ معصومین کی شان میں اشارۃً وکنایۃً سب وشتم اور کذب بیانی و مکروفریب، کتمان حق کی نسبت کرنا اس فرقے کا خاصہ لازمہ ہے جو کسی بھی عقل مند انسان سے پوشیدہ نہیں، اس مذہب کا دارومدار جن مسائل پر ہے ان میں سے سب سے بڑا مسئلہ خلفاء راشدین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی خلافت راشدہ کا انکار ہے۔ ان کا مذہب ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ تعالےٰ عنہم اجمعین خلیفے برحق نہیں تھے اور انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت غصب کرلی تھی اور حضرت علی (رضی اللہ عنہ) کو ڈرا دھمکا کر اپنے ساتھ بیعت کرنے پر مجبور کرلیا تھا۔ اور تمام عمر اسی خوف کی وجہ سے حضرت علی شیرِ خدا نے اُن کے پیچھے نمازیں پڑھیں۔ ان کی مجلسِ شوریٰ کے ممبر بنے رہے اور مالِ غنیمت منظور کرتے رہے وغیرہ وغیرہ۔ قبل اس کے کہ میں اہل تشیع کی معتبر ترین کتابوں سے یہ ثابت کردوں کہ اہل تشیع کے تمام دعوے جھوٹے اور خلافِ واقعہ ہیں۔ یہ عرض کرتا ہوں کہ خلافت راشدہ کا زمانہ اقدس آج سے تقریباً ساڑھے تیرہ سو سال پہلے گزر چکا ہے۔ اس وقت ان کی خلافت پر اعتراض یا اس کی ناپسندیدگی کا شور وغوغا اور بے فائدہ مظاہرے بجز اس کے کہ فتنہ وشرارت پیدا کرسکیں اور ملک کے امن و امان کو متزلزل کریں اور کیا نتیجہ برآمد ہوسکتا ہے؟ ہے کوئی بڑی سے بڑی حکومت یا کوئی بڑی سے بڑی عدالت جو ان کے غیر مستحق خلافت ہونے کی صورت میں کوئی تدارک کرسکے اور مستحق کو اس کا

Marfat.com

حق واپس دلا سکے۔ اگر وہ مقدس ہستیاں مستحق خلافت تھیں یا بقول اہل تشیع مستحق نہیں تھیں۔ بہرصورت وہ خلیفے بنے، اور امور خلافت باحسن وجوہ سرانجام دیئے۔ اب ان کی شانِ اقدس میں سب وشتم گالی گلوچ کیا معنی رکھتا ہے اگر ان تمام لوگوں کو جو خلفائے راشدین کو برحق اور مستحق خلافت یقین کرتے ہیں یک قلم تختۂ دار پر کھینچ دیا جائے یا قتل کر دیا جائے یا خلفائے راشدین کیساتھ بغض وعداوت غل اور غش، کینہ، رکھنے والے اپنے سینوں کو پیٹ پیٹ کر اڑا دیں تو بھی اُن سما مدفعت سے چکتے۔ بڑے ناروں کو اور ان کی خلافتِ راشدہ کو پرکاہ کے برابر بھی نقصان نہیں پہنچ سکتا تو پھر یہ منافرت ومخاصمت اور یہ سب وشتم، یہ فتنہ پردازی اور فساد انگیزی سے کیا حاصل؟ بہتر صورت یہی تھی کہ جب ایک ہی ملک میں بسیرا کرنے کا موقع ملا تھا۔ تو باہمی منافرت ومناقشت کو در کنار رکھ کر گذارہ کرتے اور کسی قسم کا مذہبی تخالف تھا بھی تو فریضہ تقیہ کی ادائیگی کے ساتھ ملکی امن وامان کا بھی لحاظ رہتا آخر ائمہ کرام کی تقلید بھی ضروری امر تھا جو کس طرح تصریح فرماتے ہیں کہ " التقیۃ من دینی ودین اٰبائی " یعنی امام عالی مقام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف منسوب روایت کہ "تقیہ کرنا میرا اور میرے آباء واجداد کا مذہب ہے" اور لا دین لمن لا تقیۃ لہ ولا ایمان لمن لا تقیۃ لہ " یعنی جو تقیہ نہیں کرتا نہ اس کا دین ہے نہ اس کا ایمان ہے" ایسی صورت میں تقیہ سے کام لینا ایک تو اہل تشیع کو بے ایمانی وبے دینی سے بچاتا دوسرا بلاوجہ وبلا فائدہ شرارت وفتنہ پردازی سے دور رکھتا اور باقی مسلمان غریب بھی سکھ وآرام کا منہ دیکھتے مگر ہوتے برحال پاکستان کہ کئے دن نئے نئے اڈے اکابرِ اُمت کے شانِ اقدس میں بکواس وسب وشتم بکنے کے لئے مقرر کئے جا رہے ہیں اور ملکی تعمیری اسباب اس کو یقین کیا جا رہا ہے۔ اب فقیر چاہتا ہے۔ کہ اہل تشیع کی خدمت میں اُن مقدس ہستیوں کی تصریحات پیش کرے جو اہل تشیع کے دعویٰ کے مطابق بھی پیشوا اور امام ہیں جن تصریحات کے ملاحظہ کرنے کے بعد اہل فکر وہوش حضرات خود ہی فیصلہ فرما سکیں کہ ائمہ اور پیشوایانِ امت کے بالمقابل موجودہ ذاکروں ماکروں کی کچھ وقعت نہیں۔ اور ائمہ کرام کی

Marfat.com

تصریحات کے مقابلہ میں ان ذاکروں کے تخیلے اور ڈھکوسلے سخت غلط اور بیہودہ ہیں۔ یہ بات بھی قابلِ گزارش ہے کہ جن مقدس ہستیوں نے اللہ اور اس کے سچے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی اور رضا کیلئے اپنا تن، من، دھن قربان کیا اور ایسے میں محبوبِ کبریا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وبارک وسلم کے ساتھ ایمان لائے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایمان لانا اور کائناتِ عالم کی دشمنی مول لینا ایک معنی رکھتا تھا۔ اور ایسے وقت میں حضورؐ کا ساتھ دیا جس وقت میں کہ حضورؐ کا ساتھ دینے میں مستقبل کی تمام دنیوی منزلوں میں غربت اور مصائب و آلام و تکالیف کے سوا عالمِ اسباب میں اور کچھ نظر نہ آتا تھا تو ایسے حالات میں ان مقدس ہستیوں نے دنیوی تمام تر تکالیف کو بطیبِ خاطر برداشت کیا اور اللہ کے سچے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر گھر بار، بال بچے، عزت و ناموس قربان کئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ نہ چھوڑا تو ایسی مقدس ہستیوں کے خلوص، ان کے صدق و صفا ان کے ایمان و تصدیق کے متعلق کیا شبہ ہو سکتا ہے۔ ایسے حالات میں دوسرا کون سا داعیہ ہو سکتا تھا جس کے زیرِ نظر ان لوگوں نے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس قدر دکھ برداشت کئے؟ پھر ایسے جان نثاروں اور وفاداروں کی جان نثاری اور قربانی کا بدلہ جو اللہ ارحم الراحمین کی جناب سے ضروری اور لازمی ہے اس کی کیفیت اور کمیت بھی مدِ نظر رکھنی چاہیئے۔ قرآن کریم کی بیسوں آیات اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہجرت کرنے والوں اور انصار و مجاہدین کے حق میں نازل ہوئی ہیں کہ اللہ ان سے راضی ہو گیا۔ اور وہ اللہ سے راضی ہو گئے ان سب کے لئے جنت کے اعلیٰ وارفع مراتب اور نعمتیں ان کے لئے مہیا ہیں۔ ان کو بھی سامنے رکھنا چاہیئے اور اس بات کو بھی پورے غور و فکر کے ساتھ دیکھنا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتا ہے۔ یاایھا النبی جاھد الکفار والمنافقین واغلظ علیھم یعنی اے اللہ تعالیٰ کے پیارے نبی آپ کافروں اور منافقوں کے خلاف جہاد فرماؤ اور ان پر سختی کرو۔ اس حکم کے بعد جن مقدس ہستیوں کو اللہ کے پیارے نبیؐ نے اپنا ہمراز و دمساز قرار دیا۔ سفر و حضر، ہجرت و جہاد، ہر معاملہ میں اور ہر حالت میں اپنا وزیر و مشیر مقرر فرمایا اور اپنا ساتھی و رفیق

قرار دیا۔ ان ہستیوں کے شان میں گستاخی کرنا (معاذ اللہ) اور ان ہستیوں کی طرف کفر و نفاق کی نسبت کرنا کون سی دیانت ہے اور کون سا ایمان ہے۔ ذرا سوچو تو ان مقدس ہستیوں کے صدق و صفا کا انکار براہِ راست مہبطِ وحی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے شانِ اقدس میں گستاخی کو مستلزم نہیں؟ یقیناً ہے۔ محبوبِ رب العالمین علیہ وآلہٖ واصحٰبہ الصلوٰۃ والسلام کے تمام صحابہ مہاجرین و انصار رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے فضائل و مناقب میں آیاتِ کلام اللہ اور احادیث صحاح اس کثرت کے ساتھ وارد ہیں کہ جن کو لکھا جائے تو ایک بہت بڑی مستقل کتاب ہو گی۔ اہلِ تشیع حضرات کی معتبر ترین تصانیف بھی اگر غور سے مطالعہ کی جائیں تو جھگڑا ختم ہو جاتا ہے۔ بطورِ نمونہ چند روایات اہلِ بصیرت کی خدمت میں پیش کرتا ہوں اور بغور مطالعہ کرنے کی درخواست کرتا ہوں۔

(۱) حضرت سیدنا امیر المومنین علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی خلافت کے زمانہ میں خطبہ میں فرماتے ہیں۔

لقد رایت اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وآلہ فما اری احدًا منکم یشبھھم لقد کانوا یصبحون شعثاً غبرًا قد باتوا سجّدًا وقیامًا یراوحون بین جباھھم و خدودھم ویقفون علے مثل الجمر من ذکر معادھم کان بین اعینھم رکب المعزی من طول سجودھم اذا ذکر

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ کو میں نے دیکھا ہے جو تم میں سے کسی کو بھی ان کے مشابہ نہیں دیکھتا۔ وہ تمام رات سجدوں اور نماز میں گذارتے صبح کو اس حالت میں ہوتے کہ ان کے بال پریشان اور غبار آلود ہوتے تھے (شب کو) ان کا آرام جبینوں اور رخساروں میں (طویل سجدوں کی وجہ سے) ہوتا تھا۔ اپنی عاقبت کی یاد سے دہکتے ہوئے کوئلے کی طرح (عبرتک) نظر تے تھے زیادہ اور لمبے

Marfat.com

اللہ ھملت اعینھم حتّٰی تبل جیوبھم
ومادوا کما یمید الشجر یوم
الریح العاصف خوفاً من العقاب
ورجاءً للثواب
(نہج البلاغۃ خطبہ ۹۶ مطبوعہ ایران طہران)

لمبے سجدوں کی وجہ سے ان کے ماتھے دنبوں کے گھٹنوں کی طرح ہو گئے تھے۔ اللہ کا نام جب ان کے سامنے لیا جاتا تو ان کی آنکھیں بہہ پڑتیں یہاں تک کہ ان کے گریبان بھیگ جاتے اور اللہ کے عذاب کے خوف اور ثواب کی امید میں اسطرح کانپتے۔ جیسے سخت آندھی میں درخت کانپتا ہے۔

(۲) حضرت سیدنا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہٗ اپنے زمانہ خلافت میں فرماتے ہیں:۔

واعلموا عباد اللہ ان المتقین
ذھبوا بعاجل الدنیا وآجل الآخرۃ
فشارکوا اھل الدنیا فی دنیاھم
ولم یشارکھم اھل الدنیا
فی آخرتھم سکنوا الدنیا بافضل
ما سکنت واکلوھا بافضل ما
اکلت فحظوا من الدنیا بما حظی
بہ المترفون واخذوا منھا ما
اخذہ الجبابرۃ المتکبرون
ثم انقلبوا عنھا بالزاد المبلّغ
والمتجر الرابح اصابوا لذّۃ زھد
الدنیا فی دنیاھم وتیقّنوا انھم
جیران اللہ غداً فی آخرتھم لا
ترد لھم دعوۃ ولا ینقص لھم

اللہ کے بندو! جان لو کہ متقی پرہیزگار لوگ (وہی تھے جو) دنیا و آخرت کی نعمتیں حاصل کر کے گذر چکے ہیں۔ وہ ہستیاں اہل دنیا کیساتھ ان کی دنیا میں شریک ہوئیں لیکن اہل دنیا ان کی آخرت میں ان کے ساتھ شریک نہ ہو سکے وہ مقدس ہستیاں دنیا میں سکونت پذیر اس طرح ہوئیں جیسا کہ سکونت اختیار کرنے کا حق تھا اور دنیا کی نعمتوں سے کھایا جیسا کہ حق تھا اور دنیا کی ہر اس نعمت سے ان ہستیوں نے حصہ پایا جس سے بڑے بڑے متکبرین اہل دنیا نے حصہ پایا۔ اور دنیوی مال و دولت جاہ و حشمت جس قدر بھی بڑے بڑے جابرین متکبرین نے حاصل کی ہے اتنے ہی قدر انہوں نے حاصل کی۔ پھر یہ ہستیاں صرف زادِ آخرت

Marfat.com

نصیب من لذة ۱۲ لے کر اور آخرت میں نفع دینے والی تجارت

(نہج البلاغۃ خطبہ ۲۷ مطبوعہ ایران طہران) کو ساتھ رکھ کر دنیا سے بے رغبت ہوئے۔

یہ لوگ دنیا کی بے رغبتی کی لذت کو اپنی دنیا میں حاصل کر چکے اور یقین کر چکے تھے کہ کل اللہ سے ملنے والے ہیں۔ اپنی آخرت میں یہ وہ لوگ تھے جن کی کوئی دعا نامنظور نہیں ہوتی تھی۔ اور اُن کی آخرت کا حصہ دنیاوی لذات کی وجہ سے کم نہیں ہوگا۔ ۱۲

(۳) حضرت سیدنا و مولانا علی کرم اللہ تعالےٰ وجہٗ اپنے زمانہ خلافت میں فرماتے ہیں:-

فان اہل السبق بسبقھم و (اسلام اور اعمال صالحہ کیساتھ) سبقت لینے

ذھب المھاجرون الاولون بفضلھم والے اپنی سبقت کیساتھ فائز المرام ہو چکے

(اہل تشیع کی معتبر ترین کتاب نہج البلاغۃ خطبہ نمبر ۱۶۲ اور مھاجرین اوّلین گذر چکے۔

مطبوعہ طہران (ایران)

.....٭.....

صدق اللہ مولانا العظیم۔ والسابقون الاوّلون من المھاجرین والانصار و الذین اتبعوھم باحسان رضی اللہ عنھم و رضوا عنہ ذٰلک الفوز العظیم۔

اگرچہ اجماعی طور پر مہاجرین اوّلین اور انصار رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی مدح وثنا اور منقبت کے بارے میں اہل تشیع کی تقریباً ہر کتاب میں ائمہ معصومین طاہرین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے خطبات اور ملفوظات موجود ہیں لیکن خصوصیت کے ساتھ خلفائے راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین کے مناقب اور رفعت شان کے متعلق اہل تشیع کی مسلّم اور معتبر کتابوں کی عبارات بھی بطور نمونہ ملاحظہ فرماویں۔

کتاب کشف الغمہ فی مناقب الائمہ مصنفہ عیسیٰ ابن ابی الفتح الاربلی جو اہل تشیع کی مستند اور معتبر ترین کتاب ہے اور مصنف مذکور غالی شیعہ ہے جس کے غلو فی التشیع کا نمونہ ہدیہ ناظرین کرتا ہوں:-

Marfat.com

ومن اغرب الاشياء واعجبها
انهم يقولون ان قوله عليه السلام
في مرضه مروا ابابكر ليصلي بالناس
نص خفي في تولية الامر وتقليد
امر الائمة وهو على تقدير صحة
لايدل على ذلك ومتى سمعوا
حديثاً في امر علي عليه السلام
نقلوه عن وجهه وصرفوه عن
مدلوله واخذوا في تاويله با
بعد محملاته منكبين
عن المفهوم من صريحه او
طعنوا في راويه وضعفوه
وان كان من اعيان رجالهم
وذوي الامانة في غير
ذلك عندهم هذا مع كون
معاوية بن ابي سفيان وعمرو
بن العاص والمغيرة بن شعبة
وعمران بن حطان الخارجي
وغيرهم من امثالهم
من رجال الحديث عندهم و
رواياتهم في كتب الصحاح

سب سے زیادہ عجیب وغریب یہ بات ہے
کہ یہ لوگ (اہل السنۃ والجماعۃ) کہتے ہیں
کہ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اپنی
حالتِ بیماری میں فرمانا کہ ابوبکرؓ کو کہو
کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ ان کی امر خلافت
کے لئے اور حضورؐ کی اُمت کی امامت و
امارت کے لئے نص خفی ہے اس روایت
کو اگر سچا بھی مان لیا جائے تو بھی یہ روایت
خلافت پر دلالت نہیں کرتی۔ اور یہ لوگ
جب علی علیہ السلام کی خلافت کے بارے
میں کوئی حدیث سنتے ہیں تو اس حدیث کو
صحیح توجیہ سے ہٹا دیتے ہیں اور اس کے اصل
معنٰی سے اس کو پھیر دیتے ہیں اور اس میں
تاویلیں کرنا شروع کر دیتے ہیں اور اس کے
بعید تر احتمالات سے اس کے صریح مفہوم
سے پھیر دیتے ہیں یا اس حدیث کے راویوں
پر اعتراض کرتے ہیں اگرچہ وہ راوی ان کے
مشہور رواۃ میں سے ہوں اور باقی روایتوں
میں ان کے نزدیک ثقہ اور امانتی ہی کیوں
نہ ہوں باوجود اس کے کہ معاویہ ابن ابی
سفیان اور عمر بن عاص و مغیرہ ابن شعبہ

Marfat.com

عندهم ثابتة عالية يقطع بها و
يعمل عليها في احكام الشرع
وقواعد الدين ومتى
روى احد عن زين العابدين
علي بن الحسين وعن ابنه
الباقر وابنه الصادق
وغيرهم من الائمه عليهم
السلام بنذوا روايته و
اطرحوها واعرضوا عنها فلو
يسمعوها وقالوا رافضي
لا اعتماد على مثله وان
تلطفوا قالوا شيعتي مالنا
ولنقله مكابرةً للحق وعدولاً
عنه ورغبةً في الباطل
وميلاً اليه واتباعاً لقول
من قال انا وجدنا آباءنا
على امة او لعلهم راوا ما
جرت الحال عليه اولاً
من الاستبداد بمنصب
الامامة فقاموا بنصر ذلك
محامين عنه غير مظهرين

رضی اللہ عنہم، اور عمران بن حطان ان کے
نزدیک حدیث کے راوی ہیں اور ان
کی روایتیں ان کے نزدیک جو صحیح کتابیں
ہیں ان میں درج ہیں۔ جن کیساتھ یقین
کیا جاتا ہے اور شرعی احکام اور قواعد
دین میں ان پر عمل کیا جاتا ہے اور جب
کوئی امام زین العابدین علی بن حسین اور ان
کے صاحبزادے امام محمد باقر اور ان کے
صاحبزادے امام جعفر صادق علیہم السلام
سے روایت کرتا ہے تو اس کو پھینک
دیتے ہیں اور اس سے روگردانی کرتے ہیں
پس وہ نہیں سنتے اور کہتے ہیں کہ یہ راوی
رافضی ہے۔ اس قسم کے راوی پر بھروسہ
نہیں اور اگر مہربانی سے کام لیں تو کہہ دیتے
ہیں کہ یہ راوی شیعہ ہے اس کی روایت
نقل کرنے سے ہمیں کیا واسطہ۔ یہ جو کرتے
ہیں تو حق سے مقابلہ کرنے اور حق سے
روگردانی کرنے اور باطل کی طرف میل و رغبت
کرنے کی وجہ سے اور اس شخص کی اتباع کرتے
ہوئے جس نے کہا کہ ہم نے اپنے آبا کو
ایک طریقے پر دیکھا ہے اور ہم انہی کی پیروی

Marfat.com

لبطلانه ولا معترفين به استبنانا بحمية الجاهلية الخ (کشف الغمة فی مناقب الائمة ص۸۵ مطبوع دار الطباعة کولائی محمد حسین طہرانی سنة ۱۲۹۴ ہجری)

کریں گے یا شاید ان لوگوں نے منصب امامت کے ساتھ ابتداء ہی میں ظلم شروع ہو جانے کو دیکھا تو اسی ظلم کی اعانت کے لئے کھڑے ہو گئے ایسی حالت میں کہ اس سے الگ رہنے والے تھے اور اس کے بطلان کو ظاہر نہیں کرتے تھے اور نہ اس کو تسلیم کرتے تھے

ث

اس عبارت سے کتاب کشف الغمہ کے متعلق مزید تحقیق کی ضرورت نہیں رہتی کہ اس کا مصنف سخت غالی شیعہ خلافت راشدہ کا منکر ہے اور اہل السنۃ والجماعۃ اس کے نزدیک گمراہ ہیں۔ اور اس کا ایک ایک لفظ اہل السنّۃ والجماعۃ پر آتشباری کی مثال ہے اس دعویٰ کی صداقت یا کذب کے متعلق تو اہل فکر و ہوش خود ہی فیصلہ کریں گے۔ اس موقعہ پر اسی کتاب کے چند حوالے جو حضرت امام عالی مقام زین العابدین علیؑ بن الحسینؑ رضی اللہ عنہ اور ان کے صاحبزادے امام عالیمقام سیدنا محمد باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت سے مروی ہیں۔ اس توقع کیساتھ پیش کرتا ہوں کہ مدعیان محبت و ولا تو کسی صورت میں بھی ان کی روایات کو رد نہ فرمادیں گے اور نہ پھینکیں گے اور نہ ہی ان سے روگردانی فرمائیں گے بلکہ سنیں گے اور سن کر ایمان لائیں گے۔ ذرا باادب ہو کر سنیے !!

وقدم علیه نفر من اهل العراق فقالوا فی ابی بکر و عمر و عثمان رضی الله عنهم فلما فرغوا من کلامهم قال لهم الا تخبرونی انتم المهاجرون الاولون الذین

اور امام زین العابدین کی خدمت اقدس میں عراقیوں کا ایک گروہ حاضر ہوا۔ آتے ہی حضرت ابوبکر (حضرت) عمر (حضرت) عثمان رضی اللہ عنہم کے شان میں بکواس بکنا شروع کر دیا۔ جب چپ ہوئے تو امام عالیمقام نے ان سے

Marfat.com

اخرجوا من دیارھم و اموالھم
یبتغون فضلاً من اللہ و رضواناً
و ینصرون اللہ و رسولہ اولئک
ھم الصادقون قالوا لا قال
انتم الذین تبوّؤا الدار
والایمان من قبلھم یحبّون
من ھاجر الیھم ولا یجدون
فی صدورھم حاجۃ ممّا اوتوا
و یؤثرون علی انفسھم ولو
کان بھم خصاصۃ؟ قالوا
لا قال امّا انتم قد تبرأتم
ان تکونوا من احد ھذین
الفریقین وانا اشھد انکم لستم
من الذین قال اللہ فیھم
یقولون ربّنا اغفرلنا ولاخواننا
الّذین سبقونا بالایمان ولا
تجعل فی قلوبنا غلاً للّذین
امنوا اخرجوا عنّی فعل اللہ
بکم ۱۲

کشف الغمۃ ص ۱۹۹ مطبوعہ
ایران

فرمایا کہ کیا تم یہ بتا سکتے ہو کہ تم وہ مہاجرین اولین ہو جو اپنے گھروں اور مالوں سے ایسی حالت میں نکالے گئے تھے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی رضا چاہنے والے تھے۔ اور اللہ اور اس کے رسول کی مدد و اعانت کرتے تھے اور وہی سچّے تھے تو عراقی کہنے لگے کہ ہم وہ نہیں، امام عالیمقام نے فرمایا کہ پھر تم وہ لوگ ہوں گے جنھوں نے اپنے گھربار اور ایمان ان مہاجروں کے آنے سے پہلے تیار کیا ہوا تھا ایسی حالت میں کہ وہ اپنی طرف ہجرت کرنے والوں کو دل سے چاہتے تھے، اور جو کچھ مال و متاع مہاجرین کو دیا گیا تھا۔ اس کے متعلق اپنے دلوں میں کسی قسم کا حسد یا بغض اور کینہ محسوس نہ کرتے تھے اور اگرچہ وہ خود حاجت مند تھے مگر (پھر بھی) مہاجرین کو اپنے پر ترجیح دیتے تھے؛ تو اہل عراق کہنے لگے کہ ہم تو وہ بھی نہیں ہیں۔ امام عالیمقام نے فرمایا کہ تم اپنے اقرار سے ان دونوں جماعتوں (مہاجرین و انصار) میں سے ہونے کی براۃ کر چکے ہو اور میں اس امر کی شہادت دیتا ہوں کہ تم ان مسلمانوں میں سے بھی نہیں

Marfat.com

جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ "اور وہ مسلمان لوگ جو مہاجرین و انصار کے بعد آئیں گے وہ یہ کہیں گے کہ اے ہمارے پروردگار ہمیں بخش اور ہمارے ان بھائیوں کو بخش جو ہم سے پہلے ایمان کیساتھ سبقت لے چکے ہیں اور ایمان والوں کے متعلق ہمارے دلوں میں کسی قسم کا کھوٹ، بغض اور کینہ حسد یا عداوت نہ ڈال۔ یہ فرما کر امام عالیمقام نے فرمایا کہ میرے یہاں سے نکل جاؤ۔ اللہ تمہیں ہلاک کرے۔ آمین ثم آمین) ۱۲

کتاب ناسخ التواریخ جلد ۲۔ کتاب احوال امام زین العابدین رضی اللہ عنہ صفحہ ۵۹۰ سطر ۱۳، پر امام الساجدین زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صاحبزادے حضرت زید رضی اللہ عنہما کا ارشاد گرامی بھی ملاحظہ فرمالیں اور اَلْوَلَدُ سِرٌّ لِّاَبِیْہِ (الحدیث) پر حق الیقین کریں۔

طائفہ از مردم معارف کوفہ با زید بیعت کردہ بودند در خدمتش حضور یافتہ گفتند رحمک اللہ در حق ابی بکر (الصدیق) و عمر چہ گوئی؟ فرمود در بارۂ ایشاں جز بخیر سخن نکنم و ز اہل خود نیز در حق ایشاں جز سخن خیر نشنیدہ ام و ایں سخناں منافی آں روایتے است کہ از عبداللہ بن العلا مسطور افتاد، بالجملہ زید فرمود ایشاں بر کسے ظلم و ستم نماندند و بکتاب خدا و سنّتِ رسول کار کردند۔

یعنی کوفہ کے مشہور ترین لوگوں کے ایک گروہ نے جس نے حضرت زید ابن زین العابدین (رضی اللہ عنہما) سے بیعت کی ہوئی تھی۔ ان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ اللہ آپ پر رحمت کرے۔ ابوبکر (صدیق) اور عمر (رضی اللہ عنہما) کے حق میں آپ کیا فرماتے ہیں؟ آپ نے جواب دیا کہ میں ان کے حق میں سوائے کلمہ خیر کے اور کچھ کہنے کے لئے تیار نہیں اور اپنے خاندان سے بھی ان کے حق میں سوائے کلمہ خیر کے میں نے کچھ نہیں سنا۔ صاحب ناسخ التواریخ لکھتے ہیں کہ عبداللہ بن علا سے جو روایت لی جاتی ہے۔ امام کا یہ فرمان اس روایت کے سراسر خلاف ہے حاصل یہ ہے کہ حضرت زید

Marfat.com

بن علیؑ نے فرمایا کہ ابوبکرؓ اور عمرؓ نے کسی پر بھی ظلم اور ستم نہیں کیا اور اللہ کی کتاب اور سنّتِ رسول صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم پر کاربند رہے ہیں۔

.....٭.....

اور کتاب ناسخ التواریخ جلد ۳۔ احوال زین العابدین رضی اللہ عنہ صہ ۵۹۱ سطر ۱۱ تا ۲۰ کا بھی مطالعہ فرمالیں۔ اور الولد سرٌّ لابیہ کی تصدیق فرماویں۔

بالجملہ چوں مردماں در حق عمر و ابوبکر (صدیق) رضی اللہ عنہما آں کلمات را از زید بشنیدند گفتند ہمانا تو صاحب نیستی، امام از دست برفت و مقصود ایشاں امام محمد باقر علیہ السلام بود۔ آنگاہ از اطراف زید متفرق شدند۔ زید فرمود "رفضونا الیوم" یعنی مارا امروز گذاشتند و گذشتند و از آں ہنگام ایں جماعت را رافضیہ گفتند رَفض بتحریک و تسکین ماندن چیزے را و بجر گذاشتن ستور است و رَفیض و مرفوض بمعنی متروک است۔ روافض گروہے را گویند کہ رہبر خود را راندند، و از وے بازگشتند و جماعت از شیعیان باشند۔ در مجمع البحرین مذکور است کہ رافضہ و

(حاصل یہ کہ) جب ان عراقیوں نے حضرت امام زین العابدین کے صاحبزادے حضرت زید کی زبان فیض ترجمان سے حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کی تعریف سنی تو کہنے لگے کہ یقیناً آپ ہمارے امام نہیں ہیں اور امام (بھی) آج کے دن سے) ہمارے ہاتھ سے گیا ان کا مقصود تھا۔ امام محمد باقر علیہ السلام اس وقت زید کی طرف داری سے اور ان کی حاضری سے الگ ہو گئے جس پر حضرت زید نے فرمایا کہ آج یہ لوگ رافضی بن چکے ہیں یعنی ہمیں آج کے دن سے ان لوگوں نے چھوڑ دیا اور چلے گئے اس وقت سے اس جماعت کو رافضی کہتے ہیں۔ رَفَض اور رَفْض کا معنی ہے کسی چیز کا رہ جانا اور رَفْض کا معنی ہے سواری کو واگزار کرنا۔ اور رفیض اور

Marfat.com

روافض که در حدیث وارد است. فرقه
از شیعه هستند که رفضوا یعنی ترکوا
زید ابن علی ابن الحسین علیهما السّلام
راکه گاہے که ایشاں را از طعن در
حق صحابه منع فرمود وچوں مقالهٔ
او را بدانستند معلوم ساختند که از
شیخین تبرّی نجست او را بگذاشتند
وبگذشتند وازیں پس ایں لفظ در
حق کسے استعمال میشود که دریں
مذہب غلو نماید وطعن درباره
صحابه را نیز جائز بشمارد؛

مرفوض کا معنی ہے متروک ہونا۔ روافض
اس گروہ کو کہتے ہیں جس نے اپنے امام
اور رہبر کو چھوڑ دیا اور اس سے منہ پھیر لیا
اور شیعوں کی جماعت سے ہو گیا۔ اور
مجمع البحرین میں ہے کہ رافضہ اور روافض
جو حدیث شریف میں آیا ہے اس سے
مراد شیعوں کا فرقہ ہے کیونکہ یہ رافضی بن
گئے اور انہوں نے امام زین العابدین
رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے حضرت زید کا
انکار کر دیا اور ان کو چھوڑ دیا کیونکہ آپ نے
ان کو صحابہ کرام کے شان میں طعن کرنے سے
منع فرمایا تھا۔ جب ان لوگوں نے اپنے امام کا ارشاد سمجھ لیا اور معلوم کر لیا کہ وہ حضرت
ابوبکر اور حضرت عمر (رضی اللہ عنہما) کے حق میں تبرا برداشت نہیں کرتے تو ان لوگوں
نے ان کو چھوڑ دیا اور نکل گئے اس کے بعد لفظ رافضی اس شخص کے حق میں استعمال ہونے
لگا کہ جو اس مذہب میں غلو کرتا ہے اور صحابہ کرام کے حق میں طعن کرنا جائز سمجھتا ہے؛

بھائیو! جب حضرت امام عالی مقام زین العابدین رضی اللہ عنہ نے
صحابہ کرام کے حق میں طعن کرنے والوں کو اپنی مجلس سے نکال دیا اور دفعہ کیا اور فرمایا کہ
نکل جاؤ اللہ تعالیٰ تمھیں ہلاک کرے تو ان کے صاحبزادے اپنے والد ماجد کی سُنّت کو کیوں نہ
اپناتے اور کیوں نہ سختی کے ساتھ اس پر عمل فرماتے الولد سرٌ لابیه کا یہی معنیٰ ہے۔
اب رفض اور تشیع کا ہم معنی ہونا مصداقاً متحد ہونا تو اہل تشیع کی اس معتبر ترین کتاب نے
پوری اور مکمل تفصیل کے ساتھ بیان کر دیا جو کسی تبصرہ کا محتاج نہیں؛

Marfat.com

رہا یہ امر کہ جس حدیث کی طرف اہل تشیع کی معتبر کتاب مجمع البحرین نے اشارہ کیا اور صاحب ناسخ التواریخ نے اس کا ذکر کیا وہ کون سی حدیث ہے تو یہ وہی حدیث ہے جس حدیث کے متعلق کافی (کتاب الروضہ) صد ۱۶ میں حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ کی قسم ان لوگوں نے تو تمہارا نام رافضی نہیں رکھا بلکہ تمہارا نام اللہ تعالیٰ نے رافضی رکھا ہے۔ کافی کی بعینہٖ عبارت پیش کرتا ہوں۔

(کافی شیعہ کی معتبر ترین کتاب ہے جس کے متعلق کئی دفعہ حوالے گزر چکے ہیں)

قال قلت جعلت فداك فانا قد نبذنا نبزا انكسرت له ظهورنا وماتت له افئدتنا واستحلت له الولاة دماءنا في حديث رواه لهم فقهاءهم قال فقال ابو عبد الله عليه السلام الرافضة؟ قال قلت نعم قال لا والله ما هم سموكم بل الله سماكم ه

یعنی ابو بصیر نے (جو حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خاص الخاص شیعہ ہے) حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں عرض کیا کہ میں آپ پر قربان جاؤں ہمیں ایک ایسا لقب دیا گیا ہے جس لقب کی وجہ سے ہماری ریڑھ کی ہڈی ٹوٹ چکی ہے اور جس لقب کی وجہ سے ہمارے دل مردہ ہو چکے ہیں اور جس کی وجہ سے حاکموں نے ہمیں قتل کرنا مباح اور جائز قرار دیا ہے وہ لقب ایک حدیث میں ہے جس حدیث کو ان کے فقہاء نے روایت کیا ہے ابو بصیر کہتے ہیں کہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رافضہ کے متعلق حدیث؟ ابو بصیر کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا جی ہاں۔ امام صاحب نے فرمایا کہ خدا کی قسم ان لوگوں نے تمہارا نام رافضی نہیں رکھا بلکہ اللہ تعالیٰ نے تمہارا نام رافضی رکھا ہے۔

رہی رافضیوں والی حدیث احتجاج طبرسی مطبوعہ ایران میں بھی موجود ہے۔ اگرچہ

Marfat.com

اہل تشیّع کی کتاب کافی کی روایت کے بعد اہل تشیع کی خدمت میں اس حدیث کی توثیق کے متعلق مزید شہادت کی ضرورت نہیں علی الخصوص ایسی حالت میں کہ جب امام صاحب اس حدیث کی تفسیر میں اور اس کی توثیق میں یہ فرما دیں کہ اللہ کی قسم اللہ تعالیٰ نے تمہارا نام رافضی رکھا ہے مگر ہم چاہتے ہیں کہ مومنین کو خوش کرنے کے لئے بطور استشہاد ایک حدیث پیش کر ہی دیں :-

عن علی قال یخرج فی آخر الزمان قوم لهم نبز یقال لهم الرافضة یعرفون به ینتحلون شیعتنا ولیسوا من شیعتنا وآیة ذلك انّهم یشتمون ابابکر وعمر اینما ادرکتموهم فاقتلوهم فانّهم مشرکون ط

حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ آخر زمان میں ایک فرقہ نکلے گا جس کا خاص لقب ہو گا۔ جس کو لوگ رافضی کہیں گے۔ اسی لقب کے ساتھ ان کی پہچان ہوگی۔ وہ لوگ ہمارے شیعہ ہونے کا دعویٰ کریں گے اور درحقیقت وہ ہماری جماعت سے نہیں ہوں گے۔ اور ہماری جماعت سے نہ ہونے کی دلیل یہ ہے کہ وہ لوگ ابوبکر (صدیق) اور عمر (فاروق اعظم) (رضی اللہ عنہما) کے حق میں سبّ بکیں گے تو ان کو قتل کر دینا کیونکہ وہ مشرک ہوں گے۔

اس حدیث کی صحت کے متعلق صرف اس قدر گذارش کافی ہے کہ بعینہٖ وہی الفاظ اور وہی مضمون جو حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پیش ہوا اور جس کی تصدیق حضرت امام جعفر صادق رضؓ نے فرما دی۔ اس حدیث میں موجود ہے۔ اس لئے اگرچہ یہ حدیث ہم کتاب کنز العمال سے پیش کر رہے ہیں اور یہ کتاب اہل تشیّع کے نزدیک معتبر نہیں مگر اس حدیث کا ان کے نزدیک بھی صحیح ہونا کسی مزید دلیل کی طرف محتاج نہیں۔ جیسا کہ عرض کر چکا ہوں۔ کنز العمال میں یہ حدیث اور اس کے ہم معنی باقی احادیث ملاحظہ فرمانا ہو تو جلد ۶ صفحہ ۸۱ پر دیکھیں۔

Marfat.com

اب مسلمانوں کے کسی گروہ سے بھی امام صاحب نے جن کو شمار نہیں کیا وہ کون ہیں؟ جنکو امام عالی مقام نے اپنی مجلس سے دفع فرمایا اور ان کیساتھ وہی سلوک فرمایا جو کفار کے ساتھ کرنا واجب ہے (واغلظ علیہم) ان کا عقیدہ اور مذہب کیا تھا؟ ان کے حق میں یہ فرمانا کہ اللہ تعالیٰ تمہیں ہلاک کرے کس نظریہ کے ماتحت ہے؟ اب مدعیان محبت و تولّی تو امام عالیمقام سیدنا زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نہ جھٹلائیں گے بلکہ ان پر ایمان لائیں گے اور ان کے مذہب اور عقیدہ کی تقلید کریں گے اور ان کے صاحبزادے امام عالی مقام سیدنا محمد باقر رضی اللہ تعالیٰ اور حضرت زید بن امام زین العابدین کا ارشادِ اقدس بھی مشعلِ راہ بنائیں گے۔

اب امام محمد باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مذہب اقدس اور آپ کا نظریہ بھی اسی کتاب (کشف الغمہ کے صہ۲۲۰ میں ملاحظہ فرمادیں:-

وعن عروة عن عبداللہ	امام عالیمقام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے
قال سئلت ابا جعفر محمد	ایک شیعہ صاحب نے مسئلہ دریافت کیا کہ
بن علی علیہما السّلام عن	یا حضرت تلواروں کو زیور لگانا جائز ہے یا نہ؟
حلیۃ السیوف فقال لا	امام صاحب نے فرمایا اس میں کوئی مضائقہ نہیں
بأس بہ قد حلّی ابوبکر الصدّیق	جبکہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنی تلوار کو زیور
رضی اللہ عنہ سیفہ قلت	لگایا ہوا تھا۔ شیعہ صاحب نے عرض کیا کہ آپ بھی
فتقول الصدّیق؟ قال	ان کو صدیق کہتے ہیں۔ اس پر امام عالی مقام
فوثب وثبۃً واستقبل	اچھل پڑے اور قبلہ شریف کی طرف رُخِ انور
القبلۃ۔ فقال نعم الصدّیق	کر کے فرمایا کہ ہاں وہ صدیق ہیں۔ ہاں وہ صدیق
نعم الصدّیق نعم الصدّیق	ہیں۔ ہاں وہ صدیق ہیں جو ان کو صدیق نہیں کہتا
فمن لم یقل لہ الصدّیق فلا صدق اللہ	اللہ اس کے کسی قول کو نہ دنیا میں سچا کرے
لہ قولاً فی الدّنیا ولا فی الاخرۃ ۱۲۔	نہ آخرت میں۔ ۱۲ (کشف الغمہ صہ۲۲۰)

Marfat.com

اب ذرا ٹھنڈے دل سے سوچیں کہ امام عالی مقام کے ارشاد گرامی پر کس کا ایمان ہے۔ اور کون ان کے ارشاد کو نہیں مانتا؟ اہل السنۃ والجماعت غریب تو امام عالی مقام کے ایک دفعہ فرمانے پر "آمَنَّا وَصَدَّقْنَا" کا نعرہ لگاتے ہیں۔ مدعیان محبت و تولّے کے انتظار میں ہیں کہ پانچ دفعہ فرمانے کے باوجود بھی ایمان لاتے ہیں یا نہ؟

کیوں جناب امام عالی مقام کا نظریہ کیا تھا؟ اور ان کے سچے غلام اور سچے حلقہ بگوش کون ہیں؟ اب رہا یہ امر کہ جو شخص صدّیق اکبر ابوبکر صدّیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو صدیق نہیں کہتا اس کے متعلق امام عالیمقام کی یہ بددعا کہ "اللہ تعالیٰ اس کے کسی قول کو دنیا و آخرت میں سچا نہ کرے"۔ خطا تو جا نہیں سکتی۔ غالباً بلکہ یقیناً یہی تقیّہ کی لعنت ہی ہو سکتی ہے جس سے کوئی شخص ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو صدیق نہ کہنے والا خالی نہیں۔ غرضیکہ تمام ائمہ معصومین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے نزدیک ابوبکر صدّیق ہیں۔

بہت ممکن ہے کہ مدعیان محبّت اہل بیت اپنے عقیدے پر امام عالیمقام کے مذہب اور ان کے عقیدے کو قربان کرتے ہوئے یہ کہنا شروع کر دیں کہ امام صاحب نے قبلہ رو ہو کر عمداً جان بوجھ کر خلافِ واقعہ فرمایا۔ مگر کوئی مسلمان ان علمبرداران صدق وصفا کے شانِ اقدس میں اس قسم کی گستاخی کی جرأت نہیں کر سکتا۔

سب سے بڑی بات یہ ہے کہ کذب بیانی اور خلافِ واقعہ امر کا اظہار ان کی شان ارفع سے بہت دور ہے بلکہ منافض ہے۔

دوسرا نقلِ کفر کفر نباشد۔ اگر کذب بیانی یا تقیّہ جائز سمجھتے تو کسی مخالف کے سامنے نہ کہ اپنے شیعہ کے سامنے جو منکر خلفائے راشدین تھا۔ بلکہ اہل تشیّع کے نظریہ کے ماتحت تو برعکس تقیہ کرتے کیونکہ ایک ہمراز و ہمساز کے سامنے تقیہ کرنا سخت بے محل بات ہو سکتی ہے اور یہاں اُلٹا معاملہ تھا۔ شاید شیعہ مذہب میں قسم اٹھا کر ہمیشہ اور ہر بات میں ہر جگہ جھوٹ بولنا عبادت ہو؟ یہ بات بھی عرض کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ اس کتاب کا مصنّف کوئی معمولی ذاکر ماکر

Marfat.com

نہیں بلکہ اہل تشیع میں ساتویں صدی کا مجتہدِ اعظم گزرا ہے۔ مجتہدین ایران نے ان کے منقبت میں جو الفاظ لکھے ہیں۔ ان میں سے چند بطور نمونہ پیش کرتا ہوں۔

"شیعوں کے ایک مجتہد اعظم مجدالدین الفضل جو ۶۹۲ ہجری میں مصنف سے ملے بھی ہیں ان کے حق میں لکھتے ہیں: "ملک الفضلاء، غرۃ العلماء، قدوۃ الادباء، نادرۃ عصرہ، نسیج وحدہ المولی الصاحب المعظم فی الدنیا والدین فخر الاسلام والمسلمین جامع شتات الفضائل المبرز فی حلبات السبق علی الآخر والاوائل ابی الحسن علی بن السعید فخر الدین بن عیسٰی ابی الفتح الاربلی ادام اللہ الکریم فی شریف عمرہ

اسی طرح مجتہد ایران محمد باقر بن محمد ابراہیم خونسازی اور کربلائی محمد حسین طہرانی وغیرہ نے ان کو مجتہد اعظم بلکہ ملک الفضلاء وغرۃ العلماء کے القاب کیساتھ لکھا ہے۔ زیادہ غور طلب بات یہ ہے کہ یہ روایات جو آئمہ صادقین سے اس مصنف نے اپنی کتاب میں لکھی ہیں ان کے متعلق کسی قسم کا تبصرہ یا رائے زنی کی جرأت نہیں کی۔ اس زمانہ کے مدعیانِ محبت وتولّٰی کو اپنے دعویٰ محبت وتولّٰی پر بطور دلیل ائمہ طاہرین معصومین صادقین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے مذہب کی تقلید اور ان کے فرمان کی تعمیل ضروری ہے ورنہ دعوے بلادلیل کی زندہ مثال اہل تشیع کا ایک ایک فرد ثابت ہوگا جب کتاب کا مصنف مسلّم شیعہ ان کا ملک الفضلاء غرۃ العلماء نادرۃ العصر ان کا مولیٰ معظم ان کا فخر الاسلام والمسلمین جامع شتات الفضائل وغیرہ وغیرہ اور جانے کیا کیا ہے اور کتاب بھی ان کی مسلّم حدیث کی ہے جو شروع سے آخر تک ائمہ طاہرین کی روایتیں لاتا ہے اور جہاں کہیں بھی ذرہ برابر گنجائش دیکھتا ہے، تشیع پروری ونفس نوازی سے نہیں چوکتا۔ تو ایسی کتاب کی روایت اور وہ بھی ائمہ طاہرین سے اور پھر ذرہ برابر گنجائش نہ ملنے کے باعث ذرہ برابر اپنی طرف سے کوئی تبصرہ اور کوئی جواب یا کسی قسم کی رائے زنی نہیں کرتا تو برادرانِ وطن بھی ان احادیث کو صحیح توجیہہ سے ہٹانے کی زحمت گوارا نہ فرمائیں اور اس کے واضح غیر مبہم معنی سے اس کو نہ پھیریں اور بعید از قیاس احتمالات کے ساتھ اس کی تاویلیں کرنے کی بے فائدہ تکلیف نہ فرماتے ہوئے امام کے ارشاد کو بگاڑنے کی ناکام کوشش نہ کریں نہ ہی اس کے راویوں کو ناصبی یا از راہ

Marfat.com

به ونقدم بعقوبته بعد ان شهدوا علیه بذلک ۱۲

(غالباً کسی شیعہ نے حضرت ابوبکر (صدیق) اور حضرت عمر (رضی اللہ عنہما) کے شان میں سبّ بکا ہے جس پر امیر المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس شخص کو بلایا اور اس کے سبّ بکنے پر شہادت طلب فرمائی (یعنی باقاعدہ مقدمہ چلایا) اور شہادت گزرنے کے بعد اپنے دستِ حیدری کے ساتھ اس کو واصلِ جہنم فرمایا اور مبتلاء عقوبت گردانا۔ (شافی وتلخیص الشافی جلد ۲ صفحہ ۴۲۸ ۔ مطبوعہ نجف اشرف)۔

اسی کتاب کے اسی صفحہ پر ایک اور روایت بھی ملاحظہ فرمادیں ۔

وروی جعفر بن محمد عن ابیه عن جده علیهم السلام قال لما استخلف ابوبکر جاء ابو سفیان فاستاذن علی علی علیه السلام قال ابسط یدک ابایعک فوالله لاملانها علی ابی فیصل خیلاً ورجلاً فانزوی عنه علیه السلام وقال ویحک یا ابا سفیان هذه من دواهیک وقد اجتمع الناس علی ابی بکر ما زلت تبغی الاسلام عوجاً فی الجاهلیة والاسلام

امام جعفر صادقؑ اپنے والد سے روایت فرماتے ہیں۔ اور وہ اپنے والد سے روایت فرماتے ہیں۔ اور وہ اپنے والد (امام زین العابدین) سے روایت فرماتے ہیں کہ جب (حضرت) ابوبکر (صدیق) خلیفہ بنے تو ابوسفیان نے حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضری کی اجازت چاہی (اور حاضر ہوا) اور عرض کی کہ آپ ہاتھ بڑھائیں میں آپ سے بیعت کرتا ہوں۔ خدا کی قسم اس علاقہ کو سواروں اور پیدلوں سے بھر دوں گا۔ (اگر حضور خوف کی وجہ سے خلافت کا اعلان نہیں فرما رہے اور تقیۃً خاموش ہیں)، یہ سن کر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس سے روگردانی فرمائی

Marfat.com

وواللہ ما ضرّ الاسلام ذٰلک شیئاً ما زلت صاحب فتنۃ ۱۲

اور فرمایا کہ ابوسفیان تیرے لیے سخت افسوس ہے یہ خیالات تیاری تباہ کاریوں کی دلیل ہیں حالانکہ ابوبکر (صدیق) کی خلافت پر صحابہ کا متفقہ اور اجماعی فیصلہ ہوچکا ہے تُو تو ہمیشہ کفر اور اسلام کی حالت میں فتنہ اور کجروی ہی تلاش کرتا رہا ہے۔ خدا کی قسم (صدیق اکبر) ابوبکر کی خلافت کسی طرح بھی اسلام کے لئے غیر مفید نہیں ہوسکتی اور تُو تو ہمیشہ فتنہ باز ہی رہے گا۔ ۱۲

لیجئے جناب! یہ حدیث بھی امام عن امام عن امام عن امام غرضیکہ اس حدیث کی سند بھی تمام تر ائمہ معصومین صادقین پر مشتمل ہے۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ ان کے ساتھ دوسرا شاہد موجود نہیں۔ ورنہ شیعوں کے محقق طوسی ان پر ایمان لاچکے ہوتے کاش شیعوں کا پیشوا اس بات پر ایمان رکھتا کہ ائمہ ہدیٰ کے ارشاد سے زیادہ اور کوئی چیز قابل یقین اور لائق اعتبار نہیں ہوسکتی۔ اور ان کے ارشاد پر یقین کرنے کے لئے کسی دوسری شہادت کی ضرورت نہیں ہوتی۔

ایک روایت اور بھی ملاحظہ فرماتے جائیے۔ کتاب الشافی لعلم الھدیٰ جلد ۲ صہ ۴۲۸ مطبوعہ نجف اشرف؛

وروی جعفر بن محمد عن ابیہ عن جابر بن عبداللہ لمّا غسل عمر وکفن دخل علی علیہ السلام فقال صلّی اللہ علیہ ما علی الارض احبّ الیّ من ان القی اللہ بصحیفۃ ھذا المستجی بین اظھرکم ۱۲

امام جعفر صادقؓ، امام محمد باقرؓ سے روایت فرماتے ہیں کہ جب (امیر المومنین) عمر شہید ہوئے اور ان کو کفن پہنایا گیا۔ تو حضرت علی المرتضیٰؓ تشریف لائے اور فرمایا اس پر اللہ تعالیٰ کی صلوٰۃ (رحمتیں و برکتیں) ہوں۔ تمام روئے زمین پر میرے نزدیک کوئی چیز اس سے زیادہ پسندیدہ تر نہیں کہ میں اللہ سے ملوں اور میرا اعمال نامہ اس کفن پوش کے اعمال نامہ کی طرح ہو جو اس وقت

Marfat.com

تمہارے سامنے موجود ہے۔ ۱۲

سبحان اللہ! مولیٰ مرتضےٰؑ تو ان کے اعمال نامہ کے ساتھ رشک فرما رہے ہیں اور مدعیان تولیٰ ان کو غاصب اور ظالم کہہ رہے ہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ کس کی سنیں اور کس کی نہ سنیں؟ مولیٰ مشکل کشاء کو سچا مانیں یا ان مدعیانِ محبت وتولّے کو؟ اس سے زیادہ بھی کوئی تعجب انگیز صورت پیدا ہو سکتی ہے۔ کہ کتابیں بھی اہل تشیع کی نہایت معتبر اور روایات بھی شروع سے آخر تک ائمہ صادقین طاہرین معصومین کی اور ان کتابوں کی کتابت بھی طہران یا نجف اشرف میں مشہور غالی شیعوں کی زیرِ نگرانی میں اور پھر روایات پر اہل تشیع ایمان نہ لائیں تو کہنا پڑتا ہے کہ فَبِاَیِّ حَدِیْثٍ بَعْدَہٗ یُؤْمِنُوْنَ ۔ یہ بھی یاد رکھیے۔ کہ سید مرتضیٰ مصنفِ کتاب شافی کے متعلق ملا مجلسی نے اپنی کتاب حق الیقین صـ ۱۵۰ مطبوعہ ایران میں لکھا ہے کہ "از اکابرِ علمائے امامیہ است" (یعنی شیعوں کے بہت بڑے علماء میں سے ہے) اور ابوجعفر طوسی کے متعلق بھی تمام مجتہدین شیعہ امام الطائفہ لکھتے ہیں۔ اس کی اپنی کتابیں بھی اس کے غالی شیعہ ہونے کی تصدیق کرتی ہیں۔

اہل تشیع کی معتبر ترین کتاب ناسخ التواریخ جلد ۵ کتاب ۲ صفحہ ۱۴۳، ۱۴۴

(قال ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما)

فی ابی بکر (الصدّیق)	
رحم اللہ ابابکر کان واللہ للفقراء رحیما وللقرآن تالیا وعن المنکر ناھیا وبدینہ عارفا ومن اللہ خائفا وعن المنھیات زاجرا وبالمعروف آمرا وباللیل قائما وبالنھار	اللہ تعالیٰ رحمت فرماوے ابوبکر (صدیق) پر کہ اللہ کی قسم وہ فقیروں کے لئے رحیم تھے اور قرآن کریم کی تلاوت ہمیشہ کرنے والے تھے۔ بری باتوں سے منع کرنیوالے تھے۔ اپنے دین کے عالم تھے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والے تھے اور ناکردنی اعمال سے ہٹانے والے تھے اچھی

Marfat.com

صائمًا فاق اصحابہ ورعًا
وكفافًا وسارهم زهدًا
وعفافًا فغضب الله على
من ينقصه وليطعن عليه

باتوں کا حکم دینے والے تھے۔ رات کو خدا
کی بندگی کرنیوالے تھے اور دن کو روزہ
رکھنے والے تھے تمام صحابہ پر پرہیزگاری
اور تقوی میں فوقیت حاصل کر چکے تھے۔
دنیا سے بے رغبتی اور پاکدامنی میں سب سے زیادہ تھے پس جو شخص ان کی شان میں تنقیص
کرے یا ان پر طعن کرے تو ان کی شان میں تنقیص کرنے والے پر خدا کا غضب۔ ۱۲

شان فاروقی میں بھی ایک تصریح ملاحظہ ہو (ناسخ التواریخ جلد ۵ کتاب نمبر ۲
صفحہ نمبر ۱۴۴)۔

رحم الله اباحفص كان
والله حليف الاسلام وماوى
الايتام ومنتهى الاحسان
ومحل الايمان وكهف الضعفاء
ومعقل الحنفاء وقام بحق
الله صابرًا محتسبًا حتى اوضح
الدين وفتح البلاد و
آمن العباد اعقب الله
من ينقصه اللعنة
الى يوم القيامة ٭

یعنی اللہ تعالیٰ رحمتیں فرمائے ابا حفص
عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر۔ خدا کی قسم کہ وہ
اسلام کے سچے ہمدرد تھے، یتیموں کے
آسرا تھے۔ احسان کے اعلیٰ مرتبہ پر متمکن
تھے، ایمان کا مرکز تھے۔ ضعیفوں کے جائے
پناہ تھے۔ متقی اور پرہیزگاری کے ملجا
وماوی تھے اللہ تعالیٰ کے حقوق کی
حفاظت فرمائی جس میں تکلیفوں اور
مصیبتوں پر صبر کرنیوالے تھے اللہ تعالیٰ
کی خوشنودی چاہنے والے تھے یہاں تک
کہ دین کو روشن کیا۔ ملکوں کو فتح کیا اور اللہ تعالیٰ کے بندوں کو خوف سے بچا کر امن میں
رکھا۔ جو شخص بھی ان کی شان کو گھٹائے۔ وہ قیامت تک اللہ تعالیٰ کی لعنت کا مستحق ہے ۱۲

اسی طرح شان ذی النورین سیدنا عثمان (رضی اللہ عنہ) کے متعلق ملاحظہ فرماویں

Marfat.com

(ناسخ التواریخ جلد ۵، کتاب نمبر ۲، صفحہ ۱۴۴)؛

رحم اللہ عثمان کان
واللہ اکرم الحفدۃ و
افضل البررۃ ھجادا بالاسحار
کثیر الدموع عند ذکر
النار نہاضا عند کل
مکرمۃ سباقا الی
کل منجیۃ حبیبا وفیا
صاحب جیش العسرۃ وختن
رسول اللہ صلی اللہ علیہ و
الہ فاعقب اللہ من
یلعنہ لعنۃ اللاعنین؛

اللہ تعالیٰ کی رحمتیں ہوں عثمان (رضی اللہ عنہ) پر اللہ کی قسم وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شریف ترین داماد تھے۔ اور مقدس لوگوں سے افضل تھے۔ بہت تہجد پڑھنے (نماز) والے تھے۔ نارِ جہنم کی یاد کرتے وقت بہت رونے والے تھے۔ ہر بہترین کام میں ہر نجات دینے والے پہلو کی طرف سب سے زیادہ سبقت کرنیوالے تھے۔ غزوۂ تبوک میں اسلامی لشکر کی اعانت کرنے والوں کے سردار تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریبی رشتہ دار تھے جو ان کی شان میں لعنت کرتا ہے اس پر اللہ کی لعنت ہے اور ان لوگوں کی لعنت ہے جو لعنت کرنیوالے ہیں

محترم بھائیو! میں خدا کو حاضر و ناظر یقین کرتے ہوئے مذہبی تعصب کو درکنار رکھ کر محض حق پسندی اور انصاف سے عرض کرتا ہوں کہ ائمہ طاہرین کی اس قدر واضح اور غیر مبہم تصریحات سے انکار کرنا اور ان کی بعید از قیاس تاویلیں کرنا ان کے اصل مفہوم اور معنی سے انحراف کرکے عقل اور صحیح نظر و فکر کے خلاف توجیہیں کرنا صرف اس شخص سے ممکن ہے جو دل سے ان کیساتھ ایک رائی کے برابر بھی الفت نہیں رکھتا۔ اور اس کے دل میں ان معصومین بارگاہ صمدی کی ذرہ بھر وقعت نہیں۔ صرف زبانی دعویٰ یا محرم کے چند دنوں میں ہنگامہ آرائی، ائمہ صادقین کے صریح ارشادات کی خلاف ورزی کا تدارک نہیں کرسکتی۔ اور ان ائمہ ھدیٰ کے واضح تر الکلمات اور ان کے غیر مبہم بیانات اور تصریحات کو خلاف واقعہ اور جھوٹ یقین کرنیوالا ان کا

Marfat.com

محب اور مومن نہیں ہو سکتا۔

کافی کتاب الروضہ مطبوعہ لکھنو صفحہ ۹۹ بھی مطالعہ فرماتے جائیے :-

ینادی منادٍ	یعنی صبح کو ایک ندا دینے والا ندا دیتا ہے
اوّل النہار الا انّ فلان بن	کہ ہوش سے خبردار ہو کر سنو کہ فلاں ابن فلاں
فلان و شیعتہ ھم الفائزون	اور ان کا گروہ وہی ہیں۔ جو فائز المرام ہیں اور
و ینادی آخر النہار	شام کو ایک ندا دینے والا یہ ندا دیتا ہے۔
الا انّ عثمان و شیعتہ	ہوش سے خبردار ہو کر سنو کہ عثمان اور ان
ھم الفائزون ؕ	کا گروہ وہی ہیں جو فائز المرام ہیں۔

"فلاں" سے کون مراد ہیں؟ تو اہل تشیع کی عادت ہے کہ امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ کا نام نامی اگر ناچار لکھنا پڑ جائے تو "فلاں" لکھ کر سبکدوش ہو جاتے ہیں کیونکہ اُن کے سلئے سے بھی اس طرح بھاگتے ہیں کہ دوسرا راستہ اختیار کرتے ہوئے فلاں کہہ دیتے ہیں۔ اہل تشیع نے اپنی کتابوں میں کئی جگہ یہ طرز اختیار کی ہے۔ مثلاً کتاب نہج البلاغۃ خطبہ نمبر ۲۱۹۔ مطبوعہ ایران۔

للہ بلاد فلان	یعنی اللہ تعالیٰ ہی جزائے خیر عطا
فلقد قوم الاود و داوی العمد	فرمائے فلانے کو جس نے کجروی کو قطعی
اقام السنۃ و خلف الفتنۃ	طور پر درست کیا اور جہالت کی مرض کی
وذھب نقیّ الثوب قلیل	دوا کی جس نے سنت کو قائم کیا اور فتنہ
العیب اصاب خیرھا و	کو پیچھے دھکیلا۔ دنیا سے پاکدامن ہو کر اور
سبق شرّھا ادّی	بے عیب ہو کر گیا۔ بھلائی اور خیر کو حاصل کیا
الی اللہ سبحانہ طاعتہ	اور فتنہ و شر سے پہلے چلا گیا۔ اللہ تعالیٰ کا
و التقیہ بحقہ رحل	خوف اور اس کی عبادت کماحقہ ادا کی۔ وہ

Marfat.com

وترکھم فی طرق متشعبۃ — رخصت ہوگیا اور لوگوں کو اس طرح پریشان
لا یھتدی فیھا الضال — حالت میں چھوڑ گیا کہ گمراہ ہدایت نہیں پا
ولا یستیقن المھتدی ۱۲ — سکتا اور ہدایت یافتہ یقین نہیں کر سکتا۔

حضرت امام الائمہ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے اس خطبے کی شرح میں صاحب بھجتہ الحدائق اور ابن ابی الحدید اور منہاج البراعتہ اور لاہجی اور ابن میثم تصریح کرتے ہیں کہ "فلاں" سے مراد عمر ہیں البتہ ابن میثم ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ کے متعلق بھی کہتے ہیں۔ الدرۃ النجفیہ میں ہے کہ :۔

ابوبکر صدیق مراد ہیں۔ نہج البلاغۃ کی یہ شروح متعصب اور غالی اہل تشیع نے کی ہیں۔ یہ ضرور ہے کہ صاحب بھجۃ الحدائق اس خطبے کی شرح میں آخر میں کہتے ہیں۔ شیرِ خدا نے بطور "تقیہ" امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس قدر تعریف فرمائی ہے۔ بہر حال ہم نے مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہٗ کی کلامِ پاک اور ان کا ارشادِ گرامی پیش کرنا ہے۔ ان کے مافی الضمیر المنیر کے متعلق خدا جانے اور وہ جانیں شاید امام عالی مقام علم الصدق والصفا شہید کربلا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تقیہ کرنے کا مسئلہ معلوم نہ ہوگا۔ ورنہ جب گھر میں تقیہ ضروری امر تھا تو غربت وسفر میں علی الخصوص عترت معصومین کیساتھ تھے تو ضرور وہ بھی تقیہ کرتے اور خانوادۂ نبوت کو شہید نہ کرواتے اور بامن وامان مدینہ طیبہ تشریف لے جاتے۔ اہل تشیع کو یہ لدنی اور صدری علوم زندہ جاوید ہستیوں کا ماتم منانے اور مقتدایانِ امت کے حق میں سب وشتم بکنے سے حاصل ہوگئے۔

بھائی یہ تو اپنی قسمت ہے۔ اگر بابِ مدینۃ العلم کا نظریہ، ان کا مذہب، ان کا عقیدہ، ان کی رازداری کا شرف اور ان کے باطنی علوم نہ معلوم ہوسکے تو مظلوم کربلا کو اور ان کے افکار و اسرار مافی الضمیر کا علم حاصل ہوگیا تو شیعہ کو مگر ؎

سرداد و نداد دست در دستِ یزید — حقا کہ واقفِ لَا اِلٰہ ہست حسینؑ

Marfat.com

تقیہ نہ کرنے والے پر جو بے پناہ فتوے اور ان کی تکفیر اہل تشیع کی ام الکتب یعنی کافی کلینی میں موجود ہیں کہ اس کا مستقل باب باندھا ہے جس کو دیکھ کر الامان الحفیظ بے ساختہ منہ سے نکل جاتا ہے۔ اور اہل تشیع کے صدق وصفا اور ان کی صاف باطنی کی داد دینی ضروری ہو جاتی ہے جس کا نمونہ عرض کر چکا ہوں۔

حضرت امام حسین حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے فرزند ان کے شاگرد، ان کے خلیفہ، ان کے فیض یافتہ، اور یہ شیعہ حضرات ان تمام نعمتوں سے محروم تو پھر یہ نعمتِ عظمیٰ ان کو نصیب ہو گئی کہ باطنی علوم سے صرف اور صرف یہی فیض حاصل کر سکے اور ہم (معاذ اللہ) محروم رہ گئے تلک اذاً قسمۃٌ ضیزیٰ۔

بہر حال ہم ظاہر بینوں کو مدعیانِ محبت و تولّی کی انتہائی معتبر کتابوں میں ائمہ طاہرین معصومین صادقین کی سند سے جو روایات پہنچی ہیں۔ ہم تو انہی پر اکتفا کرتے ہوئے گذارش کرنے کے اہل ہیں اور امام عالیمقام شہید کربلا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ظاہری طرزِ عمل اور ان کی ظاہری تعلیم کو اہل بیت کرام کے صدق وصفا کا علم سمجھتے ہیں اور اسی پر قناعت کر سکتے ہیں۔ میدان کربلا کا ذرہ ذرہ ہمیں جس صاف باطنی اور غیر خدا کے خوف سے بے دھڑک ہو کر صدق بیانی کی طرف بلاتا رہے گا۔ ہم تو بھائی اسی کو شیر خدا کا نظریہ یقین کرتے رہیں گے اور جب تک روضۂ اطہر کو میدان کربلا میں دیکھتے رہیں گے ہماری آنکھیں تو کسی دوسرے صدری علم کو دیکھ نہیں سکتیں۔ اپنی اپنی استعداد ہے۔

حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ارشادات اور وہ بھی ائمہ معصومین کی سند کیسا تھ تو آپ ان کا نمونہ دیکھ چکے۔ اب ہم آپ کو شیرِ خدا کا طرزِ عمل بھی پیش کرتے ہیں۔ ناسخ التواریخ جلد ۲۔ صفحہ ۳۴۳ مطبوعہ ایران۔

پس از ہفتاد شب با	یعنی سترہ دنوں کے بعد حضرت علی المرتضیٰ نے
ابوبکر بیعت کرد و بروایتے بیش از شش	حضرت ابوبکر کے ہاتھ بیعت کی رضی اللہ

Marfat.com

ماہ با ابو بکر بیعت کرد" عنہما؛ اور ایک روایت میں چھ ماہ کے بعد بیعت کی ۔

ہاں جی ضرور کی، اگرچہ چھ سال کے بعد ہی بیعت کرتے تو بھی اس کو بیعت کرنا ہی کہا جاتا ۔ اب اس تاخیر کے اسباب تو اس واقعہ کو تیرہ سو ستسٹھ سال ہو گئے ہیں۔ جو راوی دو ماہ دس دن سے کھینچ تان کر چھ ماہ تک لے جا سکتے ہیں۔ وہ ایک آدھ دن سے دو ماہ تک بھی لے جا سکتے ہیں۔ دوسرا چھ ماہ کے عرصہ تک جس نے کربلا کا سا سامان مہیا نہیں فرمایا۔ اور آخر لورے غور اور خوض کے بعد بیعت ہی کو اختیار فرمایا۔ انہی کی رائے عالی صائب تھی ۔

تیسرا کتاب شافی لعلم الہدیٰ جو غالی ترین شیعہ کی تصنیف ہے اور کتاب تلخیص جو شیعوں کے محقق طوسی کی تصنیف ہے جن کا حوالہ گذر چکا ہے ان میں صاف صاف روایت امام جعفر صادقؒ امام محمد باقرؒ سے اور وہ امام زین العابدینؒ سے فرماتے ہیں کہ جب ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ ہوئے تو ابو سفیان نے ان کی خلافت کو ناپسند کر کے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خلیفہ مقرر کرنے کی انتہائی کوشش کی۔ جس پر شیر خدا نے ان کو وہ ڈانٹ دی کہ تاقیامت عبرت رہے گی۔ اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ کی خلافت کو سراہا۔ اور اس کو برحق تسلیم فرمایا۔ اس واقعہ سے تقیہ یا جبراً بیعت کا سوال بھی اُٹھ جاتا ہے۔ جب اس قدر فوج مہیا تھی تو پھر خوف کاہے کا تھا؟ نیز جبراً بیعت کا فائدہ ہی کیا تھا۔ جب جبراً ووٹ کی پرچی بھی حاصل نہیں کی جا سکتی تو وعدۂ اطاعت اور وفا جبراً حاصل کرنا کیا معنی رکھتا ہے؛ اور پھر تقیہ اور جبراً بیعت کرنا بھی انوکھی منطق کا تقاضہ ہے ۔

بھائی تقیہ کا تو معنیٰ ہی یہی ہے کہ ظاہر میں طرفدار اور دل سے بیزار تو پھر مجبور ہونا اور نقل کفر کفر نباشد، گھسیٹنے کی نوبت آنا اور (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ) گلے میں رسا ڈلوا کر گھسیٹنے کی حالت میں مسجد میں جانا بھی عجیب رضامندی اور طرفداری کا اظہار ہے۔ دراصل اہل تشیع بیعت نہ کرنے اور ناخوشنودی کے جتنے احتمالات ہو سکتے ہیں بیک وقت پیش کر کے

Marfat.com

محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں باہمی اختلافات ثابت کرتے وقت عقل سے بالکل تعقید کر جاتے ہیں اور یہی ایک تقیہ تمام تر شیعہ مذہب کے دردوں کی دوا ہے۔ شیعوں کی کتاب کافی میں کئی جگہ شیر خدا کا خلفائے راشدین سابقین کیساتھ بیعت کرنے کا ذکر ہے۔ مگر اکثر مقامات پر یہی لکھا ہوا ہے کہ مجبور ہو کر اور (معاذ اللہ العظیم) گلے میں رسا ڈلوا کر کشاں کشاں وعدہ اطاعت کیلئے بیعت کرنے کی خاطر شیر خدا تشریف لے گئے اور شیر خدا نے تقیہ کیا ہوا تھا۔ یعنی ظاہر میں ان کے ساتھ تھے اور اندرونی طور پر بیعت کرنا نہیں چاہتے اہل تشیع کے فضلا سے کوئی پوچھے کہ ظاہر اطرفداری اور جبر و اکراہ کی باہمی آمیزش و امتزاج تو سمجھاؤ کہیں آپ اجتماع نقیضین کی مثال تو نہیں دے رہے ہے؟ یا مانعۃ الجمع کو محقق الوجود تو نہیں بتا رہے ہے؟ اس جبر و اکراہ اور تقیہ کی باہمی امتزاج اور آمیزش کی شان دیکھنی ہو تو ناسخ التواریخ جلد ۲ صفحہ ۶۲، ۹۴ اور کتاب حملہ حیدری مصنفہ علامہ باذل کا مطالعہ فرمائیں۔

کافی کتاب الروضہ مطبوع لکھنؤ صفحہ ۱۲۹ کی عبارت بھی دلچسپی سے خالی نہیں۔

عن ابی جعفر علیہ السلام قال ان الناس لما صنعوا اذ بایعوا ابابکر لم یمنع امیر المؤمنین علیہ السلام ان یدعوا الی نفسہ الا نظرا للناس و تخوفا علیھم ان یرتدوا عن السلام فیعبدوا اوثانا ولا یشھدوا ان لا الہ الا اللہ وان محمدا رسول اللہ وکان

یعنی حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف منسوب کرتے ہوئے روایت کرتے ہیں کہ لوگوں نے جب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کیساتھ بیعت کرنا شروع کیا تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے ساتھ بیعت کرنے کیلئے لوگوں کو اس خوف سے نہ بلایا کہ لوگ مرتد ہو جائیں گے اور بت پرستی شروع کر دیں گے۔ اور اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم کی رسالت کی شہادت دینا چھوڑ

Marfat.com

الا حبّ الیہ ان یقرھم
علی ما صنعوا من ان
یرتدوا عن جمیع الاسلام
وانما ھلک الذین رکبوا فامّا
من لم یصنع ذلک و دخل
فیما دخل فیہ الناس
علی غیر علم ولا عداوۃ
لامیر المومنین علیہ السلام
فانّ ذلک لا یکفرہ ولا یخرجہ
من الاسلام فلذلک کتم
علی علیہ السلام امرہ و بایع
مکرھا حیث لم یجد اعوانا ۱۲

ہیں گے اور حضرت علی المرتضی رضی اللہ تعالی
عنہ کو لوگوں کے مرتد ہو جانے سے زیادہ
پسند یہ بات تھی کہ صدیق اکبر (رضی اللہ عنہ)
کی بیعت کرنے پر لوگوں کو برقرار رکھیں۔
کیونکہ صدیق اکبر کے ساتھ بیعت نہ تو لوگوں
کو کافر بناتی تھی اور نہ ہی اسلام سے خارج
کرتی تھی اس لئے حضرت علیؓ نے اپنے
امر کو چھپایا اور مجبور ہو کر بیعت کی۔

سب سے بڑی بات تو شانِ حیدرؓی کا لحاظ رکھنا ہے کہ وہ شیرِ خداؓ کسی خوف یا ڈر کی بنا پر بیعت کرنے والے تھے یا نہ؟ دوسرا امام حسینؓ کا اسی بیعت کے سوال میں سر دے دینا اور بیعت کیلئے ہاتھ نہ دینا نظر انداز نہیں کیا جا سکتا اور ان باپ بیٹے کے نظریات میں خلاف و تضاد تصور نہیں کیا جا سکتا۔ تیسرا شانِ حیدرؓی کے برعکس اگر تقیہ و مجبوراً بیعت کا انعقاد فرض بھی کر لیا جاوے تو حسب ارشادِ مرتضویؓ (نہج البلاغۃ خطبہ ۸ و ناسخ التواریخ جلد ۳ حصہ ۲، ص۲۳، ص۴۴ پر جو آگے مذکور ہوگا۔ کہ زبیر یہ خیال کرتا ہے کہ اس نے صرف ہاتھ سے بیعت کی ہے اور دل سے نہیں کی تو بیعت کرنے کا اس نے یقیناً اقرار کیا اور بیعت کرنے والے زمرہ میں داخل ہوگیا الخ چوتھا حضرت زبیرؓ نے جو بیعت کی تھی جس کو حضرت علیؓ صحیح بیعت قرار دے رہے ہیں وہ بھی حسب تصریح ناسخ التواریخ

Marfat.com

جلد ۳، حصّہ نمبر ۲ صفحہ ۷۵ انتہائی جبر و اکراہ کی بنا پر تھی دیکھو اصل عبارت ناسخ التواریخ۔

از پس او اشتر روئے بازبیر کرد فقال قم یا زبیر واللہ لا ینازع احد الّا وضربت قرطہ بھذا السیف، گفت لے زبیر برخیز و بیعت کن۔ سوگند با خدائے بیچکس از و مینا زعت بیرون نشود الّا آنکہ سرش برگیرم پس زبیر برخواست و بیعت کرد۔ الخ

یعنی حضرت علیؓ کے خادم خاص اشتر نے حضرت زبیرؓ کی طرف منہ کر کے کہا کہ اٹھ اور بیعت کر خدا کی قسم جو شخص بھی بیعت کرنے سے انکار کرے گا تو میں اس کا سر قلم کر کے رکھ دونگا۔ پس زبیرؓ اٹھے اور حضرت علیؓ سے بیعت کی۔ اب اس جبر و اکراہ کیساتھ بھی بیعت صحیح بیعت کے تو حضرت علیؓ کا خلفائے راشدین کے ہاتھ پر بیعت کرنا اسی طرح صحیح بیعت ہی تسلیم کرلیا جائے تو کیا مضائقہ ہے۔

اہل بصیرت کے سامنے اس پر تبصرہ تحصیل حاصل ہوگا لیکن سوال یہ ہے کہ حضرت علیؓ کے ساتھ بیعت کرنے سے لوگ (معاذ اللہ) مرتد ہوجاتے اور صدّیق اکبر کے ساتھ بیعت کرنے سے نہ اسلام سے خارج تھے اور نہ کافر بنتے تھے یہ کیوں؟

پھر حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب یہ جانتے تھے کہ حضرت صدّیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیعت سے اگر لوگوں کو ہٹایا جائے تو مرتد ہوجائیں گے تو پھر حسب روایات ناسخ التواریخ و حملۂ حیدری وغیرہ چھ ماہ تک یا (بروایت) دو ماہ تک توقف کیوں فرمایا؟ اور جب ارتداد جیسے فتنے کو روکنا تھا۔ تو (نقل کفر کفر نباشد) ریسمان اندازی اور کشاکشی کی تہمت کیوں لگائی گئی؟ اور جب (حسب روایت ناسخ التواریخ و شافی وغیرہ) ابو سفیان اور ان کے ساتھی ایک بے پناہ لشکر لے کر امداد کے لئے حاضر ہوئے تو مجبوری کا کیا معنی اور بے یار و مددگار ہونے کا کیا مطلب؟

مسلمان بھائیو!! شیرِ خدا کی شان ہی جب ان مدعیان تولّی کو معلوم نہیں تو اس قسم کی بے سروپا روایات نہ گھڑتے تو کیا کرتے۔ شاید امام عالی مقام شہید کربلا سے زیادہ شیرِ خدا

Marfat.com

بیعت پر مجبور تھے۔ (نعوذ باللہ ان نکون من الجاہلین) یا یہ کہ میدانِ کربلا میں خانوادۂ نبوت کی شہادت اور گلستانِ نبوّت اور چمنستانِ رسالت کا (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ) نذرِ خزاں ہونا مجاہدِ کربلا کی بیعت کر لینے سے روکا نہیں جا سکتا تھا۔ اور معاندین اور شہید کنندگانِ سیّد شباب اہل الجنّۃ اور حضور کے سارے خاندان عالی شان کو شہید کرنے والوں نے مرتد اور اسلام سے خارج نہیں ہونا تھا جن کو کفر اور ارتداد سے روکنا امام عالیمقام شہید کربلا کا اوّلین فریضہ تھا اور حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی سنّتِ اقدس پر عمل کرنا اپنی جگہ پر ضروری تھا اور ہم خرما اور ہم ثواب فی حد ذاتہٖ ایک مصلحت موجود تھی۔

اہل التشیع کے علامہ متبحر ابن میثم شرح نہج البلاغۃ میں حضرت سیّدنا امیر المومنین علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشادِ گرامی نقل کرتے ہیں جو بصورت کتاب حضرت معاویہ کی طرف ارسال فرمایا اور جس کو جامع نہج البلاغۃ نے بمقتضائے صداقت و دیانت قطع و برید اور تحریف سے خالی نہیں چھوڑا۔ ابن میثم وہ تمام ارشاد نقل مطابق اصل کرتے ہیں۔ جن کو جامع نہج البلاغۃ (رضی) نے قطع و برید کر دیا اور بعض کتاب سے ایمان اور بعض کے ساتھ کفر کی یاد تازہ کی:

وذکرت انّ اجتبیٰ	یعنی اے معاویہ تم یہ بیان کرتے ہو۔
له من المسلمین اعوانًا	کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول علیہ الصلوۃ
ایّدهم به فکانوا فی	والسلام کے معاون و مددگار مسلمانوں سے
منازلهم عنده علیٰ	منتخب فرمائے اور ان کو حضور کے ساتھ
قدر فضائلهم فی الاسلام	تائید بخشی تو وہ لوگ اللہ تعالیٰ کے
وکان افضلهم فی الاسلام	نزدیک اپنے مرتبوں میں وہی قدر رکھتے
کما زعمت وانصحهم	ہیں۔ جس قدر کہ اسلام میں ان کے فضائل
لِلّٰهِ ولرسوله الخلیفة	ہیں۔ اور ان سب سے اسلام میں افضل اور
الصدیق وخلیفة الخلیفة	سب سے اللہ اور اس کے رسول (علیہ

Marfat.com

الفاروق ولعمری ان مکانهما فی الاسلام لعظیم وان المصاب بهما لجرح فی الاسلام شدید یرحمهما الله وجزاهم الله باحسن ما عملا

(الصلوٰۃ والسلام) کا سچا خیر خواہ خلیفہ صدیق (ابوبکر) اور حضورؐ کے خلیفہ فاروق (عمر) ہیں۔ جیسا کہ تو خود تسلیم کرتا ہے اور مجھے اپنی زندگی کی قسم ہے کہ ان دونوں (خلیفوں) کا رتبہ اسلام میں بہت بڑا ہے اور ان دونوں کی وفات اسلام کو ایک شدید زخم ہے۔ اللہ تعالیٰ ان دونوں پر رحمت فرمائے اور ان کو اچھے اعمال کی جزا بخشے۔

(ابن میثم شرح نہج البلاغۃ مطبوعہ ایران صفحہ ۴۸۸، سطر نمبر ۵)

حضرت امیرالمومنین علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک اور ارشاد گرامی جو اپنے انۂ خلافت میں آپ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف مکتوب گرامی میں تصریح فرماتے ہیں۔

انه بایعنی القوم الذین بایعوا ابا بکر وعمر وعثمان علی ما بایعوهم علیه فلم یکن للشاهد ان یختار ولا للغائب ان یرد وانما الشوری للمهاجرین والانصار فان اجتمعوا علی رجل وسموه اماما کذلک لله رضی فان خرج من امرهم خارج بطعن او ببدعة ردوه الی ما خرج منه

یعنی میرے ساتھ ان ہی لوگوں نے بیعت کی ہے جن لوگوں نے ابوبکر (صدیق) اور عمر (فاروق) اور (سیدنا) عثمان کیساتھ بیعت کی تھی۔ پس کسی حاضر کو یہ حق نہیں کہ میرے بغیر کسی دوسرے شخص کو خلیفہ بنائے اور نہ ہی کسی غائب کو یہ حق پہنچتا ہے کہ (ایسی خلافت) رد کرے اور مشورہ دینے کا حق بھی صرف مہاجرین اور انصار ہی کو ہے پس جس آدمی پر ان کا اتفاق اور اجماع ہو جائے اور اس کو امام و امیر کے نام سے موسوم کرلیں تو انہی کا

Marfat.com

فان ابی فقاتلوہ علیٰ اتباعہ غیر سبیل المومنین وولاہ ما تولیٰ الخ (نہج البلاغۃ کتاب ۶)

اجماع اور امیر بنانا اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور رضا سے ہوتا ہے پس جو شخص بھی ان کے اجماعی فیصلہ پر طعن کرتے ہوئے یا کوئی نیا راستہ اختیار کرتے ہوئے اس سے الگ ہونا چاہے تو اس کو اسی اجماعی فیصلے کی طرف لوٹانے کی کوشش کرو۔ اور اگر واپس آنے سے انکار کرے تو اس کے خلاف اس بنا پر جنگ کرو۔ کہ اس نے مسلمانوں کے راستہ کے بغیر کوئی دوسرا راستہ اختیار کر لیا ہے اور جس طرف اس کا منہ پھرا ہے اسی طرف اللہ نے اس کے جانے دیا ہے۔ (یعنی یہ نہ سمجھو کہ وہ کسی صحیح نظریہ کے تحت مسلمانوں سے الگ ہوا ہے)

اور ناسخ التواریخ جلد نمبر ۳ حصہ نمبر ۲ کی عبارت بھی ملاحظہ کریں:۔

خطبہ امیر المومنین علیہ السلام انکم بایعتمونی علیٰ ما بویع علیہ من کان قبلی وانما الخیار للناس قبل ان یبایعوا فاذا بایعوا فلا خیار لھم الخ

یعنی تم لوگوں نے میرے ہاتھ پر اسی بنا پر بیعت کی ہے جس بنا پر مجھ سے پہلے خلفاء کے ساتھ بیعت کی گئی تھی۔ اور جز ایں نیست کہ لوگوں کو کوئی خلیفہ منتخب کرنے کا اختیار بیعت کرنے سے پہلے ہوتا ہے۔ پس جب وہ بیعت کر چکے تو ان کو کوئی اختیار باقی نہیں کہ وہ کوئی دوسرا راہ اختیار کریں۔

اِن ارشاداتِ گرامی پر کسی قسم کا تبصرہ اور اس کی تفسیر لکھنے پڑھنے کی ضرورت نہیں۔ خلافت کا انعقاد اور خلفائے راشدین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی احقیّت خلافت اور مدلّل طور پر اس کا ثبوت اور مہاجرین و انصار کے متفقہ فیصلے سے خلفائے راشدین کی خلافت کا ثابت ہونا۔ اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اپنی خلافت کی احقیت پر خلفائے سابقین کی احقیّت خلافت

Marfat.com

کو بطور دلیل پیش کرنا اور مہاجرین و انصار جس شخص کو امام و امیر بنائیں۔ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور رضا کے مطابق اس کا امام اور امیر ہونا اور حضرت علی المرتضےٰؓ کا یہ حکم دینا کہ جو ایسے امیر کی خلافت سے انکار کرے وہ واجب القتل ہے۔ یہ سب تصریحات اظہر من الشمس ہیں۔ اب ان تصریحات اور واضح اشارات کو غلط اور غیر ناشی عن دلیل احتمال اور نامعقول توجیہوں کے ساتھ بگاڑنے کی کوشش نہ فرمائی جائے ورنہ حسب تصریح صاحب کشف الغمہ حق سے روگردانی ہی ہوگی۔ اور آفتاب کو مکڑی کے جالے سے روپوش کرنے کی مثال زندہ ہوگی۔ حضرت سیدنا علی المرتضےٰ رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا نظریہ اور عقیدہ جو خلفائے راشدین کے متعلق تھا۔ بہت کچھ واضح ہو چکا ہے۔ تاہم ایک اور بھی حضورؐ کے ارشاد کا مطالعہ فرمالیں۔ نہج البلاغت خطبہ امیر علیہ السلام ۱۲۸ء۔

وقد شاورہ عمر بن الخطاب فی الخروج علےٰ غزوۃ الروم بنفسہ وقد توکّل اللّٰہ لاھل ھذا الدّین باعزاز الحوزۃ وستر العورۃ والذی نصرھم وھم قلیل لا ینتصرون ومنعھم وھم قلیل لا یمتنعون حیّ لا یموت انک متی تسر الی ھذا العدو بنفسک وتلقھم بشخصک وفتنکب لاتکن للمسلمین

یعنی امیر المومنین عمر (رضی اللہ عنہ) نے حضرت امیر المومنین علی اکرم اللہ تعالیٰ وجہٗ) سے روم کے خلاف جہاد میں خود شریک ہونے کے متعلق مشورہ طلب فرمایا۔ حضرت علی المرتضےٰؓ جواباً فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو غلبہ دینے اور ان کی عزت کی حفاظت فرمانے کا کفیل اور ذمہ دار ہے۔ وہ ذات (جل جلالہ) جس نے مسلمانوں کو ایسی حالت میں فتح و نصرت عطا فرمائی ہے کہ مسلمان تعداد میں کم تھے (اور کمی کی وجہ سے) فتح حاصل نہیں کر سکتے تھے اور اُن کے

Marfat.com

كالفئة دون اقصى بلادهم ليس بعدك مرجع يرجعون اليه فابعث اليهم رجلا مجربا واحفز معه اهل البلاء والنصيحة فان اظهر الله فذلك ما تحب وان تكن الاخرى كنت ردءً للناس ومثابة للمسلمين ۔

دشمنوں کو ایسی حالت میں ان سے رد فرمایا کہ یہ تھوڑے تھے اور خود رد نہیں کر سکتے تھے۔ وہ ذات زندہ ہے فوت نہیں ہو گئی۔ آپ اگر بذاتِ خود دشمن کی طرف جائیں اور بذاتِ خود اس کے خلاف جنگ میں شرکت کریں اور ایسی حالت میں آپ شہید ہو جائیں تو پھر روئے زمین پر مسلمانوں کا کوئی آسرا اور ان کی کوئی جائے پناہ نہ ہوگی۔ آپ کے بعد ان کا کوئی ملجا و ماویٰ باقی نہ رہے گا۔ جس کی طرف مسلمان رجوع کر سکیں اور اس کے ساتھ پناہ لیں۔ آپ ایسا کریں کہ کوئی تجربہ کار آدمی دشمن کی طرف روانہ فرمائیں اور اس کے ساتھ جنگ آزمودہ لشکر بھیجیں۔ پس اگر اللہ نے فتح نصیب فرمادی تو آپ کا عین منشا یہی ہے اور اگر (خدانخواستہ) کوئی دوسری بات ہوگئی تو آپ کی ذات تو مسلمانوں کے ملجا و ماویٰ اور ان کے آسرا اور جائے پناہ موجود ہوگی۔

ہے کوئی اہلِ تشیع کے مذہب میں نہج البلاغتہ سے زیادہ معتبر کتاب؟ جس کی تصریحات پر اہلِ تشیع کا اطمینان ہو سکے۔ برادرانِ وطن اچھی طرح حضرت مولیٰ المرتضےٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ارشادات کا مطالعہ فرمالیں اور اس کے بعد اگر یہی ثابت ہو کہ جن ہستیوں کی خیر مولیٰ مرتضیٰ منا رہے ہیں۔ جن کو مسلمانوں کا ملجا و ماویٰ قرار دے رہے ہیں۔ جن کو مسلمانوں کا آسرا اور جائے پناہ بیان فرما رہے ہیں۔ جن کے بعد مسلمان بے آسرا و بے یار و مددگار یقین فرما رہے ہیں۔ تو ان کی خلافت راشدہ سے پھر انکار کیوں؟ ان کے شانِ اقدس میں سبّ و شتم کا کیا معنیٰ؟ ہاں اگر یہود و نصاریٰ ان کے شانِ اقدس میں سبّ و شتم کریں تو وہ دشمنانِ اسلام ہیں۔ ان کی سلطنتوں کو دولتِ فاروقی نے تباہ و برباد کیا۔ ان کے گرجوں کو مسجدوں

Marfat.com

کی شکل بخشی۔ ان کے آتش کدوں کو ٹھنڈا کیا۔ ان کی تمام ہیبت و دبدبے کو اسلام کی چوکھٹ کے سامنے سرنگوں فرمایا تو ان کا حق تھا۔ مسلمان زادوں کو یہ حق کہاں سے پہنچتا ہے کہ شیرِ خدا کے نظریہ کے برعکس تاریخِ عالم کے برخلاف صرف چند روزہ آزادی اور عشرت سے مست ہو کر اپنے بزرگوں اور پیشواؤں کا مذہب چھوڑ کر مقتدایانِ اسلام کے حق میں سبّ و شتم شروع کر دیں؛

اہلِ عقل و دانش کے لئے اسی کتاب میں سے حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک اور ارشاد بھی مطالعہ کے لئے پیش کرتا ہوں۔ نہج البلاغۃ خطبہ ۱۴۶ ؛

وقد استشاره عمر بن الخطاب في الشخوص لقتال الفرس بنفسه ان هذا الامر لم يكن نصره ولا خذلانه بكثرة ولا بقلّة وهو دين الله الّذي اظهره وجنده الّذي اعدّه وامدّه حتّٰى بلغ ما بلغ وطلع حيث ما طلع ونحن على موعود من الله سبحانه والله منجز وعده وناصر جنده ومكان القيّم بالامر مكان النظام من الخرز يجمعه ويضمّه فان انقطع النّظام تفرّق وذهب ثم لم يجتمع بحذافيره ابدًا

یعنی جب امیر المومنین عمر نے امیر المومنین علی (رضی اللہ عنہما) سے فارس کے خلاف جنگ میں بذاتِ خود شریک ہونے کا مشورہ طلب فرمایا تو حضرت علی المرتضیٰ نے مشورہ دیا کہ مسلمانوں کی فتح و شکست کثرت و قلّت افراد کی وجہ سے کبھی نہیں ہوتی۔ یہ اللہ کا دین ہے اس کو اللہ ہی نے غالب کیا ہے اور تیار فرمایا ہے اور اس کو امداد دی ہے۔ یہاں تک کہ جہاں اس دین نے پہنچنا تھا پہنچا اور جہاں تک اس نے چمکنا تھا چمکا۔ اور ہم اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ کے وعدے کے مطابق ہیں۔ اور اس پر مقرّر ہیں اور اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ شانہٗ اپنے وعدہ کو پورا کرنے والا ہے اور اپنے

Marfat.com

والعرب اليوم وان كانوا
قليلا فهم كثيرون بالاسلام
عزيزون بالاجتماع فكن
قطبا واستدر الرحى بالعرب
واصلهم دونك نار الحرب
فانك ان شخصت من هذا
الارض انقطعت عليك العرب
من اطرافها واقطارها حتى
يكون ما تدع ورائك
من العورات اهم اليك مما
بين يديك ان الاعاجم
ان ينظروا اليك غدا يقولوا
هذا اصل العرب فاذا اقطعتم
استرحتم فيكون ذلك اشد
لكلبهم عليك وطمعهم
فيك الخ

لشکر کو فتح دینے والا ہے اور مسلمانوں کے امیر کا مرتبہ ایسا ہے جیسے تسبیح کا رشتہ ہوتا ہے جو اس کے دانوں کو اکٹھا اور اپنے اپنے مرتبے میں رکھتا ہے پس وہ اگر رشتہ ٹوٹ جائے تو پھر تمام دانے بکھر جاتے ہیں پھر وہ اکٹھے نہیں ہو سکتے اور اہل اسلام اگرچہ بہ نسبت دشمن کے کم ہیں مگر دولت اسلام کی وجہ سے زیادہ ہیں اور اپنے اجتماع کی وجہ سے غالب ہیں۔ آپ قطب بن کر ایک ہی جگہ رہیں اور لشکر اسلام کی چکی کو گھمائیں اور جنگ کی آگ کو اپنے ملک سے دُور رکھ کر دشمن تک پہنچائیں۔ اگر آپ بذات خود اس ملک عرب سے چلے گئے تو قبائل عرب (جو دبے ہوئے ہیں) ہر طرف سے ٹوٹ پڑیں گے۔ پھر مسلمانوں کی عزت و ناموس کی حفاظت آپ کو فارس کے خلاف جہاد کرنے سے زیادہ اہم محسوس ہوگی (اور) عجمی لوگ جب آپ کو میدان جنگ میں کل دیکھیں گے۔ تو یہی کہیں گے کہ عرب کا سردار یہی ہے اسی کو ختم کرو تو پھر خیر ہی خیر ہے پھر یہ بات دشمن کو آپ کے خلاف جنگ کرنے میں سخت حریص کر دے گی۔ اور آپ کے خلاف لڑنے ان کے طمع کو بڑھائے گی۔

مسلمان بھائیو! اور نہیں تو اتنا کم از کم سوچو کہ اس قسم کے مشورے دوست

Marfat.com

اور خیر خواہ دیا اور لیا کرتے ہیں یا دشمن ؟ اور لفظ "قیم بالامر" پر غور کرو جس کا صاف معنیٰ "امیر المؤمنین" ہے جو حضرت علیؓ حضرت عمرؓ کے حق میں فرما رہے ہیں۔ اب یہ شور کہ وہ مستحقِ خلافت نہیں تھے وغیرہ وغیرہ تو اس بات کا قطعی علم آج کل کے ذاکرین شیعہ کو زیادہ ہو سکتا ہے یا جناب مرتضیٰؓ کو ؟ کم از کم یہ خیال کرنا چاہیئے کہ حضرت سیدنا علی المرتضےٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کے حالات کو بچشم خود ملاحظہ فرمانے والے تھے۔ ان کے طرزِ عمل کو ہر وقت محسوس کرتے تھے۔ اور یہ زمانہ کتنا بعید تر ہے تو بہر صورت عینی شاہد کا بیان ہی قابلِ قبول ہو سکتا ہے۔ اہل تشیع کی معتبر ترین کتاب "ناسخ التواریخ جلد نمبر ۲ صفحہ ۳۹۵ میں بھی حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا یہ ارشاد موجود ہے اور حضورؓ کے یہ جملے کہ "ونحن علی موعود من اللہ سبحانہ" الخ ان کے معنی اور تفسیر میں صاحبِ ناسخ التواریخ لکھتا ہے۔

وانیک ما بر وعدۂ خداوند	یعنی اس وقت ہم اللہ تعالیٰ کے وعدہ
ایستادہ ایم چہ مومناں را وعدہ نہاد	پر کھڑے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مومنوں
کہ در ارض خلیفتی دہد۔ چنانچہ پیشناں را	سے وعدہ فرمایا ہے کہ زمین میں ان کو اپنے
و دین ایشاں را استوار دارد و خوف	رسول (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کے خلیفے بنائے
ایشاں را مبدل بایمنی فرمائید تا بر ہمہ	گا۔ اس طرح جیسا کہ پہلے پیغمبروں کے خلیفے
ادیان غلبہ جوئید و خداوند بوعدہ وفا	بنائے تھے اور ان کے دین کو تمکنت اور پختگی
کند ولشکر خود را نصرت دہد ہما نا فرمان	دے گا۔ ان کے خوف کے بعد اس کے بدلے
گزار امور رشتہ را ماند کہ مہرہا بدو پیوستہ	میں ان کے لئے امن دے گا۔ تاکہ مذہب
شدند الخ	عالم پر غلبہ تلاش کریں اور اللہ تعالیٰ وعدہ کو وفا

کرتا ہے اور اپنے لشکر کو فتح و نصرت دیتا ہے جبکہ امر کرنے والے (امیر المومنین) ایسے رشتہ کی مثال ہیں جس کے ساتھ دانے پیوستہ ہیں۔ الخ

حضرت سیدنا المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ ہم اللہ تعالیٰ کے وعدہ پر مقرر

Marfat.com

ہوئے ہیں۔ صاحب ناسخ التواریخ اسی طرح باقی شراح نہج البلاغۃ حضور کے ان جملوں کی تفسیر میں تصریح کرتے ہیں کہ حضور نے اس آیت کریمہ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا ہے۔

وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْکُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسْتَخْلِفَنَّھُمْ فِی الْاَرْضِ کَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِھِمْ وَلَیُمَکِّنَنَّ لَھُمْ دِیْنَھُمُ الَّذِی ارْتَضٰی لَھُمْ وَلَیُبَدِّلَنَّھُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِھِمْ اَمْنًا ط یَعْبُدُوْنَنِیْ لَا یُشْرِکُوْنَ بِیْ شَیْئًا وَمَنْ کَفَرَ بَعْدَ ذٰلِکَ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْفَاسِقُوْنَ ط

تم میں سے مومنین اور صالحین کیساتھ اللہ تعالیٰ نے یہ وعدہ فرمایا ہے۔ کہ ان کو زمین میں اسیطرح خلیفہ بنائے جس طرح پہلے پیغمبروں کے صحابہ کو خلیفہ بنایا تھا اور اس بات کا وعدہ کرتا ہے کہ ان کے لئے ان کے اس دین کو استحکام و تمکنت بخشے گا جس کو اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے پسند فرمایا ہے اور ان کے خوف کو امن و سلامتی کے ساتھ بدلے گا۔ وہ میری ہی عبادت کریں گے اور میرے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ بنائیں گے اور ان تمام باتوں کے بعد جو انکار اور کفر کریں گے۔ تو وہی فاسق ہوں گے۔

حضرت شیر خدا کے ان جملوں کا مطلب کہ ہم اللہ تعالیٰ کے وعدہ پر قائم ہوئے ہیں اور مقرر ہوتے ہیں۔ اسی آیت وعدہ یعنی آیت استخلاف (خلیفے مقرر کرنے والی آیۃ) کے ترجمہ کو پیش کرتے ہیں۔ چنانچہ اہل تشیع کا مجتہد اعظم علامہ ابن میثم شرح کبیر نہج البلاغۃ صفحہ نمبر ۳۰۷ مطبوعہ ایران) میں انہی ارشادات مرتضوی کی شرح و تفسیر میں تصریح کرتا ہے۔

و بوعد اللہ تعالیٰ المسلمین بالاستخلاف فی الارض و تمکین دینھم الذی ارتضیٰ لھم و تبدیلھم بخوفھم

یعنی سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد کہ نحن علی موعود من اللہ (ہم اللہ کے طرف سے وعدے پر ہیں) دین مقدس اور لشکر اسلام کی فتح مندی کے اسباب

منّا کما هو مقتضی الآیۃ ۱۲ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نصرت اور اعانت

اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے کئے گئے وعدہ کو بیان فرما رہے ہیں جو وعدہ اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد زمین پر خلیفہ بنانے اور ان کے اس دین کو جس سے وہ راضی ہوا۔ تمکنت اور استقلال بخشنے اور ان کے خوف کو امن کیساتھ بدلنے کے متعلق فرمایا ہے جیساکہ وہ آیت کریمہ کا مقتضیٰ ہے۔

بہر صورت تمام شراح نہج البلاغۃ یہی تصریح کرتے ہیں کہ حضرت سیدنا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ نے امیر عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کو اسی آیت استخلاف کے ساتھ برحق ثابت کیا ہے اور ان کے زمانۂ خلافت کو اور ان کے دین کو اسی آیت کریمہ کے مقتضٰے سے بیان فرمایا کہ وہ برحق ہے اور اللہ تعالیٰ اس پر راضی ہے واقعات بھی اسی امر کے مؤید ہیں۔ کہ وہ زمانہ جو جزیرۂ عرب میں بھی مخالف قبائل کی آئے دن فتنہ پردازیوں اور خطرناک سازشوں سے سخت پریشانی اور بے چینی کا زمانہ یقین کیا جاتا تھا اور ہر وقت ان کی طرف سے خوف و خطر مسلمانوں کو لاحق تھا۔ امیر المؤمنین عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے زمانہ خلافت میں تمام جزیرہ عرب کو یہود و نصاریٰ سے پاک کیا گیا۔ اور تمام مخالف عنصر یا حلقہ بگوشِ اسلام ہوا یا ختم ہو گیا۔ اور اسلام کی سلطنت نے بہت بڑی وسعت اختیار کی۔ سلطنتِ ایران جیسی بارعب اور پُر ہیبت حکومت نے اسلام کی چوکھٹ کے سامنے سرِ تسلیم خم کیا۔ تقریباً تمام افریقہ، مصر، شام، عراق، خراسان اور باقی تمام قبائلی علاقے حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔ اور یوں مسلمانوں کا خوف امن کیساتھ متبدل ہوا۔ اور یہ تمام تر آیت کریمہ وعد اللہ الذین آمنوا منکم وعملوا الصالحات لیستخلفنھم الخ الآیۃ۔ کے حرف بحرف مطابق ہوا۔ میرے خیال میں اس آیت کریمہ سے زیادہ احقیت خلافتِ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر اور کون سی دلیل ہو سکتی ہے یہ غصب خلافت کے بے بنیاد دعوے حضرت سیّدنا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کی تصریحات اور آئمہ کرام کی توضیحات اور ان کے طرزِ عمل کے مقابلے میں کیا وقعت رکھتے ہیں۔ آئیے! اب ہم آپ کو حضرت سیّدنا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کا کھلا

Marfat.com

فیصلہ سنائیں جس کو اہل تشیّع کے مجتہد اعظم یعنی صاحب ناسخ التواریخ نے اپنی کتاب ناسخ التواریخ جلد نمبر ۲ صفحہ ۵۱۹ میں درج کیا ہے ۔

اگر ابوبکر عمر سزاوار نہ بودند چگونہ بیعت کردی و اطاعت فرمودی و اگر لائق بودند من از شانِ فروتر نیستم چناں باش از برائے من کہ از برائے ایشاں بودی ۔

فقال علی علیہ السلام :-

اما الفرقۃ فمعاذ اللہ ان افتح لها بابًا و اسهل الیها سبیلاً ولکنّی انهاك عما ینهاك اللہ و رسولہٗ عنه و اهدیك الی رشدك و امّا عتیق و ابن الخطاب فان كان اخذا ما جعله رسول اللہ لی فانت اعلم بذلك والمسلمون و مالی ولهذا الامر وقد ترکتهٗ منذ حین فامّا ان لا یكون حقی بل المسلمون فیه شرع فقد اصاب السهم الثغرة و اما ان یكون حقّی دونهم فقد ترکت

یعنی (حضرت امیر عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا) کہ اگر ابوبکرؓ اور عمرؓ خلافت کے مستحق نہ تھے تو آپ نے ان کی بیعت کس طرح کی اور ان کی فرمانبرداری کیوں کرتے رہے؟ اور اگر مستحقِ خلافت تھے تو میں ان سے کم نہیں ہوں۔ میرے ساتھ آپ اس طرح ہو کر رہیں جیسا کہ ان کے زمانے میں ان کے ساتھ رہے ہیں۔

اس کے جواب میں حضرت سیّدنا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے فرمایا کہ تفرقہ اندازی؟ تو اللہ تعالیٰ مجھے اس بات سے بچائے کہ میں تفرقہ اندازی کا دروازہ کھولوں یا فتنہ کا راستہ آسان کروں۔ میں آپ کو صرف اس چیز سے منع کرتا ہوں۔ جس چیز سے اللہ اور اس کے رسول صلّی اللہ علیہ وسلّم نے منع فرمایا ہے اور میں آپ کو رشد اور ہدایت دکھاتا ہوں۔ لیکن ابوبکر صدّیق اور عمر بن الخطاب کا معاملہ تو اگر انہوں نے اس چیز کو مجھ سے غصب کیا ہوتا جس کو رسول اللہ

Marfat.com

الھم طبت نفسًا و نفضت یدی عنہ استصلاحًا۔ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے لئے مختص فرمایا تھا تو آپ اور باقی لوگ اس کو زیادہ جانتے ہوتے اور مجھے اس خلافت کے ساتھ واسطہ ہی کیا ہے حالانکہ میں نے تو خلافت کے خیال کو ذہن سے نکال دیا ہوا ہے۔ پس خلافت کے متعلق دو ہی احتمال ہیں۔ ایک یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلافت صرف میرا حق نہ تھا۔ بلکہ سارے صحابہ مساوی طور پر اس میں حق دار تھے۔ تو اس صورت میں جس کا حق تھا اس کو مل گئی اور حق بحق دار رسید۔ دوسری یہ صورت تھی کہ خلافت صرف میرا حق تھا اور باقی کسی کا حق نہ تھا۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ میں نے اپنی خوشی اور رضا کے ساتھ اور بطیب خاطر ان کو بخش دیا تھا اور صلح صفائی کے ساتھ ان کے حق میں دست بردار ہو گیا تھا۔

لیجئے صاحب!! یہ ہے مولیٰ مرتضےٰ رضی اللہ عنہ کا حتمی اور قطعی فیصلہ۔ اب مولا مشکل کشاؓ تو فرمائیں کہ اگر صرف میرا حق تھا تو میں نے صلح وصفائی کے ساتھ اور خوشی اور رضا کے ساتھ امرِ خلافت ان کو بخش دیا اور ان کے حق میں دست بردار ہو گیا۔ اور آج کل کے ذاکروں کا یہ ٹوٹل کہ حیدر کرارؓ شیرِ خدا سے صحابہ کرام نے خلافت چھین لی۔ غصب کر لی۔ اب انصاف سے کہیئے کہ کس کو صحیح اور دُرست مانا جائے۔ ذاکر لوگ اپنی لمبی لمبی اذانوں میں وصی رسول اللہ وخلیفہ بلا فصل اور خدا جانے کیا کیا کلمات گانٹھتے چلے جاتے ہیں۔ کیا اس سے حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کی صاف صاف تکذیب لازم نہیں آتی۔ منبروں پر چڑھ کر شیرِ خدا کو جھٹلانا۔ ان کی تکذیب کرنا کس محبت اور تولّی کا تقاضا ہے۔ اگر یہی محبت ہے تو دشمنی کس کو کہتے ہیں؟ اگر زحمت نہ ہو تو وصیت کے بارے میں بھی ایک دو روایتیں ملاحظہ فرما لیجئے۔

حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت سیدنا علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ کی خلافت کے متعلق ہرگز ہرگز وصیت نہیں فرمائی۔ اس کے ثبوت کے لئے اہلِ شیعہ کی معتبر ترین کتاب تلخیص الشافی مطبوعہ نجف اشرف مصنفہ (شیعوں کے) محقق طوسی امام الطائفہ جلد ۲ صفحہ ۳۲

Marfat.com

وقد روی عن ابی وائل والحکیم عن علی ابن ابی طالب علیہ السّلام انہ قیل لہ الا توصی؟ قال ما اوصٰی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فاوصی ولکن قال ان اراد اللہ خیرًا فیجمعھم علٰی خیرھم بعد نبیّھم الخ

یعنی حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہ الکریم سے آخری وقت میں عرض کیا گیا۔ کہ حضور اپنے قائم مقام کے لئے وصیت کیوں نہیں فرماتے؟ جواب میں فرمایا کہ حضور اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے جبکہ وصیت نہیں تو میں کیسے وصیّت کروں۔ البتّہ حضور صلے اللہ علیہ وسلّم نے یہ فرمایا تھا کہ اگر اللہ تعالیٰ نے بھلائی کا ارادہ فرمایا تو ... کا اجماع میرے بعد ... اچھے آدمی پر ہو جائے گا۔

اسی طرح ایک اور روایت بھی ملاحظہ ہو (یہی کتاب اسی صفحہ پر)

روی صعصعۃ بن صوخان ان ابن ملجم لعنہ اللہ لما ضرب علیًّا علیہ السّلام دخلنا علیہ فقلنا یا امیر المومنین استخلف علینا قال لا فانا دخلنا علٰی رسول اللہ علیہ وعلٰی آلہٖ حین ثقل فقلنا یا رسول اللہ استخلف علینا فقال لا انی اخاف ان تتفرّقوا کما تفرّقت بنوا اسرائیل عن ھارون ولکن ان یعلم اللہ فی قلوبکم خیرًا اختارکم

یعنی صعصعہ بن صوخان روایت کرتے ہیں کہ جب ابن ملجم ملعون نے حضرت علی علیہ السّلام کو زخمی کیا تو ہم حضرت شیرِ خدا کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ حضور اپنا خلیفہ مقرر فرمائیں تو اس کے جواب میں آپ نے فرمایا یہ ہرگز نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم کا مرض جب زیادہ ہو گیا تو ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ ہمارے لئے کوئی اپنا خلیفہ مقرر فرمائیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ ہرگز نہیں۔ مجھے اس بات

Marfat.com

کا خوف ہے کہ اگر میں خلیفہ مقرر کردوں تو تم اختلاف کرو گے۔ جیسا کہ بنی اسرائیل نے ہارون کے متعلق اختلاف کیا تھا لیکن یہ یقین رکھو کہ اگر اللہ تعالیٰ نے تمہارے دلوں میں بہتری دیکھی تو تمہارے لئے خود ہی بہتر خلیفہ مقرر کردے گا:

ایک اور روایت بھی سن لیں صفحہ ۱۷۱ یہی کتاب)

وفی الخبر المروی عن امیر المومنین علیہ السلام لما قیل له الا توصی؟ فقال ما اوصی رسول الله صلی الله علیه واله وصحبه وسلم فاوصی ولکن اذا اراد الله بالناس خیرا اسجمعهم علی خیر کما جمعهم بعد نبیهم علی خیرهم (وکذا فی الشافی ص۱۷۱)

یعنی حضرت علی علیہ السلام کی خدمت میں عرض کی گئی کہ حضور آپ وصیت کیوں نہیں فرماتے؟ شیرِ خدا رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے وصیت نہیں فرمائی تھی تو میں کیسے وصیت کردوں لیکن جب اللہ تعالیٰ لوگوں کیساتھ بھلائی کا ارادہ کریگا۔ تو ان کو ان میں سے جو اچھا ہے اس پر اتفاق بخشے گا۔ جیسا کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد لوگوں میں سے جو اچھا تھا۔ اسی پہ اجماع اور اتفاق بخشا تھا۔

.....٭.....

یہی روایات شیعوں کے علم الہدیٰ نے اپنی کتاب شافی مطبوعہ نجف اشرف ص۱۷۱ میں لکھی۔ اسی طرح ایک اور روایت بھی مطالعہ کیجئے! اسی صفحہ ۱۷۱ پر ہے۔

والمروی عن العباس انه خاطب امیر المومنین فی مرض النبی (صلی الله علیه واله وصحبه وسلم) ان یسأل عن القائم بالامر بعده وانه

حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مرض کی حالت میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ آپ حضور سے پوچھ لیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کون امیر المومنین ہوگا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ

Marfat.com

امتنع من ذلك خوفًا ان يصرفه عن اهل بيته فلا يعود اليهم ابدًا

نے اس خوف سے نہ پوچھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلّم اپنی اہل بیت سے امیر المومنین نہ بنائیں گے (اور اس تصریح کی وجہ سے) پھر کبھی اہل بیت میں خلافت آہی نہ سکے گی۔

ملاحظہ فرمالیا آپ نے! یہ ہیں وصیّت اور خلافت بلافصل کے متعلق نصوص قطعیہ جن کی تکذیب کو نہ ختم ہونے والی آذانوں میں بیان کیا جاتا ہے حضرت علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ کا ایک اور فرمان بھی پڑھ لیجئے جو نہج البلاغہ خطبہ ۵ میں درج ہے۔ جس میں درج ہے کہ حضرت عباس اور ابوسفیان رضی اللہ عنہما حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہٗ کی خدمت میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم کی وفات کے دن حاضر ہو کر عرض کرنے لگے کہ آپ کیساتھ ہم خلافت کی بیعت کرتے ہیں۔ اس کے جواب میں مولا علیؓ نے فرمایا:

ايها النّاس شقوا امواج الفتن بسفن النجاة وعرجوا عن طريق المنافرة وضعوا تيجان المفاخرة افلح من نهض بجناح او استسلم فاراح ماءٌ آجن ولقمة يغصّ بها آكلها ومجتني الثمرة لغير وقت ايناعها كالزارع بغير ارضه فان اقل يقولوا حرص على الملك وان اسكت يقولوا جزع من الموت هيهات بعد اللّتيّا

یعنی لوگو! تم فتنوں کی موجوں کو نجات کی کشتیوں کے ذریعے طے کرو اور منافرت و مخالفت کے طریقے چھوڑ دو۔ تکبّر کے تاجوں کو پھینک دو۔ جو شخص بال و پر کیساتھ بلند ہوا ہے۔ وہ فلاح پا چکا ہے یا جس نے اطاعت کر لی۔ اس نے امن و امان حاصل کر لیا۔ مجھے خلیفہ بنانے کی پیشکش ایک مکدر پانی کی طرح ہے یا ایسا لقمہ ہے جو کھانے والے کے گلے میں پھنس جائے میرے خلیفہ بننے کا سوال ایسا ہے جیسے کوئی کچے پھل کو قبل از وقت توڑ لے یا جیسے کوئی دوسرے کی

والتی واللہ لابن ابی طالب الانس بالموت من الطفل بثدی امہ

زمین میں کھیتی باڑی کرنے لگے۔ پس اگر میں تمہارے کہنے کے مطابق خلافت کا دعوٰی کر دوں۔ تو فتنہ باز لوگ کہیں گے کہ اس نے ملک کے لئے لالچ کیا ہے اور اگر چُپ رہوں۔ تو یہی لوگ کہیں گے کہ موت سے ڈر گیا۔ حالانکہ موت کا خوف وغیرہ میری شان سے کس قدر بعید ہے۔ اللہ کی قسم علی ابنِ ابی طالب موت کو اپنی ماں کے دودھ کی طرف رغبت کرنے والے بچّے سے بھی زیادہ پسند کرتا ہے۔

اس روایت نے بیعت میں توقف کرنے کا تخمینہ بھی اڑا دیا:

اِس خطبے کو خلط ملط کرنے کے لئے شیعوں کے مجتہدِ اعظم نے انتہائی کوشش کی ہے مگر شیرِ خدا کا یہ واضح ارشاد نہیں چھپ سکا۔ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہٗ کی خلافت حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کے بعد قبل از وقت کچے پھل توڑنے والے شخص کے مشابہ اور کسی دوسرے شخص کی زمین میں کھیتی باڑی شروع کر دینے والے کی مثل صرف اسی صورت میں ہی متصوّر ہو سکتی ہے کہ ابھی ان کی خلافت کا زمانہ نہیں آیا۔ اور ابھی وہ خلافت کے حق دار نہیں ہوئے اور ڈر کی وجہ سے بھی بیعت کرنا واضح ہو گیا۔ کہ شیرِ خدا قسم کھا کر فرما رہے ہیں کہ میں موت سے نہیں ڈر سکتا۔ خدا کے شیر کی شان میں ایک اور خطبہ اسی نہج البلاغت کا ملاحظہ فرما دیں۔

اترانی اکذب علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واللہ لانا اوّل من صدّقہ فلا اکون اوّل من کذب علیہ فنظرت فی امری فاذا اطاعتی قد سبقت بیعتی واذا المیثاق فی

یعنی تم میرے متعلق یہ گمان کرتے ہو۔ کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ بولوں۔ اور خدا کی قسم سب سے پہلے میں نے رسول اللہؐ کی تصدیق کی تھی۔ تو سب سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کو جھٹلانے والا میں نہیں ہو سکتا۔ میں نے اپنی خلافت

Marfat.com

عنقی لغیری ۔ کے بارے میں خوب سوچ سمجھ لیا ہے پس میرے لئے اطاعت کرنا اس بات پر سبقت لے چکا ہے کہ میں لوگوں کو بیعت کرنا شروع کر دوں۔ جبکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وعدہ دوسروں کی اطاعت کا میرے ذمہ لگ چکا ہے۔

اسی خطبہ کی شرح میں اہل تشیع کے علامہ ابن میثم ص۱۵۰ پر رقمطراز ہیں۔

فنظرت فاذا طاعتی قد سبقت بیعتی ای طاعتی لرسول اللہ فی ما امرنی بہ من ترک القتال قد سبقت بیعتی للقوم فلا سبیل الی الامتناع منها و قولہ اذ المیثاق فی عنقی لغیری ای میثاق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وعہدہ الی بعدم المشاقت وقیل المیثاق ما لزمہ من بیعۃ ابی بکر بعد ایقاعہا ای فمیثاق القوم قد لزمنی فلم یمکنی المخالفۃ بعدہ ؛

جس بارہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے امر فرمایا تھا۔ کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کی مخالفت نہ کروں۔ مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اس قوم کیساتھ بیعت کرنے پر پہلے ہی سے واجب ہو چکی تھی۔ تو مجھے ان کے ساتھ بیعت نہ کرنے کی کوئی وجہ نہ تھی اور حضرت علی کا یہ فرمانا کہ میرے ذمہ دوسروں کی اطاعت کا وعدہ پہلے ہی سے لگ چکا تھا۔ اس کا یہ مطلب ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے وعدہ لیا تھا کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد کی مخالفت نہ کروں۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ بیعت کرنے کا وعدہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لیا تھا۔ تو اس لازم شدہ وعدہ کے بعد تو میرے لئے ممکن نہ تھا کہ میں ان کی مخالفت کروں۔

اب یہ کہنا کہ سیدنا علی کرم اللہ وجہہ نے صرف ہاتھ سے بیعت کی تھی۔ دل سے نہیں کی۔ کس قدر لغو اور بے معنی تاویل ہے کیونکہ اس کا تو یہی معنیٰ ہوگا کہ حضرت سیدنا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اور وعدہ کا ایفاء (معاذ اللہ) دل سے نہیں کیا تو اس

Marfat.com

سے زیادہ بھی کوئی کفر ہو سکتا ہے ؟ کہ شیرِ خدا کے متعلق اس قسم کے اتہامات گھڑے جاویں اور یہ کہنا کہ شیرِ خدا نے ڈر کر بیعت کی تھی۔ کس قدر بیہودہ گوئی ہے۔ شیرِ حق آقسم اٹھا کر کہیں کہ میں نہیں ڈر سکتا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے۔ ولا تخافوھم وخافون ان کنتم مومنین (القرآن) یعنی تم اگر مومن ہو تو اللہ کے بغیر کسی سے نہ ڈرو۔ اور حضرت علیؑ فرماویں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان و حکم اور وعدہ کے ماتحت ان کی اطاعت اور ان کے ساتھ بیعت کر رہا ہوں۔ اور اس کے مقابل میں اس قسم کے ڈوٹل اور تخمینے شیرِ خدا کی شیری اور دلیری کو چھپانے کی غرض سے پیش کئے جاویں۔ تو میں حیران ہوں کہ باوجود اس کے دعویٰ محبّت و تولّٰی کس نظریہ کے ماتحت ہے ؟ اگر تھوڑی دیر کیلئے ہم تسلیم بھی کر لیں کہ شیرِ خدا رضی اللہ عنہ نے صرف ہاتھ سے بیعت کی تھی اور دل سے نہیں کی تھی تو اس کا جواب بھی حضرت سیّدنا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہٗ کی کلامِ فیض انجام سے سُن لیں۔ دیکھئے نہج البلاغۃ خطبہ ۱۰ و ناسخ التواریخ جلد ۳ کتاب ۲ صفحہ ۳۳، ۴۸ :

یزعم انہ قد بایع بیدہٖ	یعنی زبیر یہ خیال کرتا ہے کہ اس نے میرے
ولم یبایع بقلبہٖ فقد اقرّ	ساتھ دل سے بیعت نہیں کی تو یقیناً بیعت
بالبیعۃ وادّعی الولیجۃ فلیأت	کا تو اقرار کیا اور بیعت کرنے والوں کے
علیہا بامر یعرف والّا	زمرہ میں داخل ہو گیا۔ پس چاہیئے کہ اس پر
فلیدخل فی ما خرج منہ الخ	کوئی ایسی بات پیش کرے جس سے پہچانا
....:....	جا سکے۔ الخ :

سُن لیا حضرات صرف ہاتھ سے بیعت کرنے کی حقیقت۔ اگر شیرِ خداؑ کے نزدیک ہاتھ سے بیعت کرنا اور دل سے نہ کرنا بیعت کے حکم میں نہ ہوتا تو حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو "وادّعی الولیجۃ" کیوں فرماتے ؟ اور اقرّ بالبیعت کا حکم کیوں لگاتے ہو (یعنی بیعت کنندگان کے زمرہ میں داخل ہونے کا اس نے دعویٰ کر لیا اور بیعت کرنے کا اقرار کر لیا)

کتاب معانی الاخبار صفحہ ۱۱۰ مطبوعہ ایران مصنّفہ ابن بابویہ قمّی کا بھی مطالعہ فرماویں

Marfat.com

کیونکہ یہ کتاب بھی مذہب اہل تشیع میں ان کی مایۂ ناز ہے اور ان کے نزدیک بے حد معتبر ہے۔

عن الحسن ابن علی (رضی اللہ عنہما) قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان ابا بکر منی بمنزلۃ السمع وان عمر منی بمنزلۃ البصر و ان عثمان منی بمنزلۃ الفواد (وکذا فی تفسیر الامام الحسن العسکری)	یعنی امام عالی مقام سیدنا حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ ابوبکرؓ بمنزلہ میرے سمع مبارک کے ہے (ابوبکرؓ میرے کان ہیں) عمرؓ بمنزلہ میری آنکھ مقدس کے ہے (عمرؓ میری آنکھ ہے) اور عثمانؓ بمنزلہ میرے دلِ منور کے ہے (عثمانؓ میرا دل ہے) (اسی طرح امام حسن عسکریؓ کی اپنی تفسیر میں ہے)

اب امام عالیمقام امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ روایت فرمانے والے ہوں اور پیغمبرِ خدا علیہ الصلوٰۃ والسلام ان مقدس اور منور ہستیوں کو اپنے سمع مبارک، بصر مقدس اور دلِ منور کی منزلت بخشیں تو ان مقدس ہستیوں کے شانِ اقدس میں سب وشتم براہِ راست رسولِ خدا کی شانِ اقدس میں سب وشتم نہیں؟ اور ان کا ادب واحترام اور ان کی محبت براہ راست رسولِ خدا علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ادب واحترام اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت نہیں؟ کچھ تو سوچو۔

چونکہ اہل تشیع ائمہ طاہرین کی اس قسم کی تصریحات کو دیکھ کر ہمیشہ سرے سے انکار کے عادی ہیں اور جھٹ سے کہہ دیتے ہیں کہ ائمہ طاہرین سے یہ روایت ثابت نہیں۔ اس لئے امام عالی مقام حسن عسکری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک روایت بطور نمونہ لفظ بلفظ لکھنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ کتاب بھی امام صاحب کی اپنی تفسیر چھپی ہوئی بھی ایران کی۔ یعنی تفسیر حسن عسکری مطبوعہ ایران صفحہ ۱۶۴، وصفحہ ۱۶۵

ھذا وصیۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لکلِ اصحابہ	یعنی جب حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام ہجرت کے موقعہ پر غار کی طرف تشریف فرما ہوئے

Marfat.com

وامته حين صار الى الغار ان
الله تعالى اوحى اليه يا محمد
ان العلى الاعلى يقرئك السلام
ويقول لك ان اباجهل و الملاء
من قريش دبروا عليك يريدون
قتلك وامران تبيت عليا
وقال لك منزلته منزلة
اسحاق الذبيح ابن ابراهيم
الخليل يجعل نفسه لنفسك
فطاء وروحه بروحك وقاء
وامرك ان تستصحب ابابكر
فانه ان آنسك وسعدك و
آزرك وثبت على ما يتعهدك
ويحا قدك كان فى الجنة
من رفقائك وفى غرفاتها
من خلصائك فقال رسول الله
صلى الله عليه وسلم لعلى
ارضيت ان اطلب فلا اوجد
وتطلب فتوجد فلعله ان
يبادر اليك الجهال فيقتلوك
قال بلى يا رسول الله صلى الله

تو اپنے صحابہ اور اپنی اُمّت کو یہ وصیت فرمائی کہ اللہ تعالیٰ نے میری طرف جبریل علیہ السلام کو بھیج کر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ آپؐ پر (صلوٰۃ) سلام بھیجتا ہے اور فرماتا ہے کہ ابوجہل اور کفار قریش نے آپؐ کے خلاف منصوبہ تیار کر لیا ہے اور آپؐ کے قتل کرنے کا ارادہ کر چکے ہیں۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ آپ علی المرتضیٰؓ کو اپنے بسترِ مبارک پر شب باشی کا حکم دیں اور فرمایا ہے کہ ان کا مرتبہ آپ کے نزدیک ایسا ہے جیسا اسحاق ذبیح کا مرتبہ تھا (حالانکہ ذبیح اسمٰعیل ہیں مگر اہل کتاب اسحاق کو ذبیح کہتے ہیں) حضرت علیؓ اپنی زندگی اور روح کو تیری ذاتِ اقدس پر فدا اور قربان کریں گے اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ حکم دیا ہے کہ آپؐ (ہجرت میں) ابوبکر صدیقؓ کو اپنا ساتھی مقرر فرمادیں کیونکہ اگر وہ حضورؐ کی اعانت اور رفاقت اختیار کرلیں۔ اور حضورؐ کے عہد و پیمان پر پختہ کار رہ کر ساتھ دیں تو آپؐ کے رفقاء جنت میں ہوں گے۔ اور جنت کی نعمتوں میں آپ کے مخلصین سے ہونگے۔

Marfat.com

عليه وسلم رضيت ان يكون
روحى لروحك وقاء ونفسى
لنفسك فداء بل رضيت
ان يكون روحى و نفسى
فداء لك او قريب منك
لبعض الحيوانات تمتحنها
وهل احب الحيوة الا لتصرف
بين امرك ونهيك ولنصرة اصفيائك
ومجاهدة اعدائك ولولا
ذلك لما احببت ان اعيش
فى الدنيا ساعة واحدة فقبل
رسول الله صلى الله عليه وسلم
راسه فقال له يا ابالحسن
قد قرأ على كلامك هذا الموكلون
باللوح المحفوظ وقرؤا على ما
اعد الله لك من ثوابه فى
دار القرار مالم يسمع بمثله
السامعون ولا رأى مثله
الراؤن ولا خطر ببال المفكرين
ثم قال رسول الله صلى الله عليه
وسلم لابى بكر ارضيت ان

پس حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت علیؓ
کو فرمایا کہ اے علیؓ! آپ اس بات پر راضی ہیں کہ
میں طلب کیا جاؤں تو (دشمن کو) نہ مل سکوں
اور تم طلب کئے جاؤ تو مل جاؤ اور شاید جلدی
میں تیری طرف پہنچ کر بے خبر لوگ تجھے (اشتباہ
میں) قتل کر دیں۔ حضرت علی (رضی اللہ عنہ) نے
عرض کیا کہ میں راضی ہوں یا رسول اللہ کہ میری
روح حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کے روح
مقدس کا بچاؤ ہو اور میری زندگی حضورؐ کی زندگی
اقدس پر فدا ہو۔ بلکہ میں اس بات پر بھی راضی
ہوں کہ میری روح اور میری زندگی حضور (صلی اللہ
علیہ وسلم) پر اور حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کے
ساتھی (رفیق) پر اور حضور (صلی اللہ علیہ وسلم)
کے بعض حیوانات پر قربان اور فدا ہو۔ حضور
(صلی اللہ علیہ وسلم) میرا امتحان لے لیں۔ میں
زندگی کو پسند ہی اس لئے کرتا ہوں کہ حضور
صلی اللہ علیہ وسلم) کے دین کی تبلیغ کروں اور
حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کے دوستوں کی حمایت
کروں اور حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کے دشمنوں
کے خلاف جنگ کروں۔ اگر یہ نیت نہ ہوتی
تو میں دنیا میں ایک ساعت بھی زندگی پسند

Marfat.com

تكون معي يا ابابكر تطلب كما
اطلب وتعرف بانك انت الذي
تحملني على ما ادعيه فتحمل عنّي
انواع العذاب قال ابوبكر يا
رسول الله اما انا لو عشت عمر
الدنيا اعذب في جميعها اشدّ
عذاب لا ينزل علي موت صريح
ولا فرح مبيح وكان ذلك في
محبتك لكان ذلك احبّ الي من
ان اتنعم فيها وانا مالك لجميع
ممالك ملوكها في مخالفتك وهل
انا ومالي وولدي الا فداءك
فقال رسول الله صلى الله عليه
وسلم لاجرم ان اطّلع الله على
قلبك ووجد موافقاً لما جرى
على لسانك جعلك مني بمنزلة
السمع والبصر والرّاس من
الجسد وبمنزلة الرّوح من
البدن كعلي الّذي هو
منّي كذلك الخ

کرتا۔ پس حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام
نے حضرت علیؓ کے سر مبارک کو بوسہ دیا
اور فرمایا کہ اے ابوالحسن تیری یہی تقریر مجھے
لوح محفوظ کے موکلین ملائکہ نے دلوح محفوظ
سے پڑھ کر سنائی ہے۔ اور جو تیری اس تقریر
کا ثواب اور بدلہ اللہ تعالیٰ نے آخرت میں تیرے
لئے تیار فرمایا ہے وہ بھی پڑھ کر سنایا ہے وہ
ثواب جس کی مثل نہ سننے والوں نے سُنی ہے
نہ دیکھنے والوں نے دیکھی ہے نہ ہی عقلمند
انسانوں کے دماغ میں آسکتی ہے۔ پھر حضور
صلے اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر صدیق سے فرمایا کہ
اے ابوبکرؓ تو میرے ہمراہ چلنے کے لئے تیار ہے؟
تو بھی اسی طرح تلاش اور طلب کیا جاوے جیسا
میں اور تیرے متعلق دشمنوں کو یہ یقین ہو جاوے
کہ تو ہی نے مجھے ہجرت کرنے اور دشمنوں کے
مکر و فریب سے بچ کر نکلنے پر آمادہ کیا ہے تو
میری وجہ سے ہر قسم کی مصیبت اور دکھ برداشت
کرے، صدیق اکبر نے عرض کی کہ یا رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم، اگر میں قیامت تک زندہ رہوں
اور اس زندگی میں سخت ترین عذاب و دکھ اور
مصائب میں مبتلا رہوں جس مصیبت والم سے نہ مجھے موت بچانے کے لئے آسکے اور نہ کوئی دوسرا

Marfat.com

سبب آرام دے سکے اور یہ سب کچھ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کی محبت میں ہو تو مجھے بطیب خاطر منظور ہے۔ اور مجھے یہ پسند نہیں کہ اتنی لمبی زندگی ہو اور دنیا کے بادشاہوں کا بادشاہ بن کر رہوں۔ اور تمام نعمتیں اور آسائشیں حاصل ہوں۔ لیکن حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کی معیت سے محرومی ہو اور میں اور میرا مال اور میری اولاد حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) پر فدا اور قربان ہے پس حضور اقدس (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا۔ کہ یقیناً اللہ تعالیٰ تیرے دل پر مطلع ہے اور جو کچھ تو نے کہا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو تیری دلی کیفیت اور وجدان کے مطابق پایا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تجھے بمنزلہ میرے گوشِ مبارک اور بمنزلہ میری آنکھوں کے کیا ہے اور جو نسبت سر کو جسم سے ہے اللہ تعالیٰ نے تجھے اس طرح بنایا ہے اور جس طرح روح کی نسبت بدن سے ہے۔ میرے لئے تو اسی طرح ہے جیسا کہ حضرت علی (رضی اللہ عنہ) میرے نزدیک ہیں۔

اگرچہ اس روایت میں فضیلتِ صدیق اکبر (رضی اللہ عنہ) روزِ روشن سے بھی زیادہ روشن اور واضح ثابت ہے مگر اہل تشیع نے تصرف اور تحریف فی الروایات کی عادت یہاں بھی نہیں چھوڑی

* اول یہ کہ حضرت صدیقِ اکبر (رضی اللہ عنہ) سے جب فرمایا گیا تو حرفِ شرط کے ساتھ یعنی اگر وہ حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اعانت و مساعدت پر کمربستہ ہو جائیں۔ تو وہ دنیا اور آخرت میں حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کے رفیق ہیں۔ میاں جب اللہ تعالیٰ بھی دلی کیفیات اور حالات پر مطلع ہے اور آپ نے (حضرت صدیق) نے حسبِ علمِ الٰہی وہی کچھ عرض کی۔ جو حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نزدیک بمنزلہ سمع مبارک و چشمِ مبارک اور روحِ مقدس ثابت ہوتے تو پھر شرطیہ جملہ صاف تحریف و تصرف فی الروایت پر دلالت کر رہا ہے۔ جو قلبی غل و غش پر مبنی ہے

دوسرا۔ روایت کے آخر میں یہ جملے کہ "وعلی فوق ذلک لزیادۃ فضائلہ وشرف خصالہ" یعنی علی (رضی اللہ عنہ) اس سے زیادہ ہیں۔ کیونکہ ان کے فضائل اور شرف خصال زیادہ ہیں۔ ارے سمع و بصر و راس و روحِ نبوت پناہ سے کون سی زیادتی متصور ہے۔

بہرصورت اہل تشیع کی معتبر ترین کتب بھی خلفائے راشدین کے فضائل و ملوتریت

Marfat.com

کو اپنے اوراق میں جگہ دینے پر مجبور نظر آتے ہیں۔ والحسن ما شھدت بہ الا عداء ائمہ طاہرین کے ارشادات کو ہر حیلے سے رد و بدل کرنے اور توڑ مروڑ تصرّفات کرنے کی انتہائی کوشش کی۔ مگر خلفائے راشدین کے شان کو آنچ نہ آئی۔

اگرچہ اہل ایمان اور اہل عقل و درایت کے لئے اس روایت سے زیادہ حضرت صدّیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان اور آپ کا فضل اور کیا متصوّر ہے مگر مومنین کے دل کو خوش کرنے کے لئے بطور نمونہ ایک دو روایتیں اور بھی خلفائے راشدین سابقین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی فضیلت کے بارے میں اہل تشیّع حضرات کی معتبر کتابوں سے پیش کرتا ہوں۔ اہل تشیّع کی معتبر کتابوں میں حضرت سلمان فارسی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے متعلق رسول اللہ صلّے اللہ علیہ وسلّم کا یہ ارشادِ گرامی موجود ہے کہ حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا۔ سلمان منّا اھل البیت یعنی سلمان ہمارے اہل بیت میں سے ہیں۔ نمونہ کے طور پر کتاب کشف الغمۃ فی معرفت الائمہ مطبوعہ ایران صفحہ نمبر ۱۱۶ :

وانت لو فکّرت لعلمت انہ یکفیہ نسبًا قولہ صلّی اللہ علیہ وسلّم، سلمان منّا اھل بلیت	یعنی تو اگر فکر و ہوش سے کام لے تو یقیناً جان لے گا اور دیکھ لے گا کہ سلمان فارسی کے لئے یہی نسب نامہ کافی ہے جو حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کا ارشادِ گرامی ہے کہ سلمان ہم میں سے ہے اور اہل بیت میں سے ہے

اب ہم اہل نظر و فکر کی خدمت میں فروع کافی جلد ۲ صفحہ ۹۴ کی عبارت پیش کرتے ہیں جو حضرت ابوبکر صدّیق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اور حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے فرق مرتبت کے متعلق وارد ہے۔

ثم من قد علمتم بعدہٗ فی فضلہٖ و زھدہٖ سلمان و	یعنی پھر وہ شخص جس کے متعلق تمہیں علم ہے کہ ابوبکر صدّیق رضی اللہ عنہ کے بعد

Marfat.com

البوذر رضی اللہ عنہما الخ — جن کا مرتبہ فضل و زہد میں ہے تو وہ سلمان فارسی اور ابوذر (رضی اللہ عنہما) ہیں

اب جن کا مرتبہ فضل و زہد میں صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد ہے۔ وہ اہلبیت ہوں اور اوّل مرتبے والی ہستی کہ جن کو بمنزلۃ السمع والبصر والروح بھی فرمایا گیا ہو۔ وہ اہل بیت میں نہ ہوں تو یہ کس قدر ہٹ دھرمی اور بے انصافی پر مشتمل ایک غلط نظریہ ہے۔ وانت لو فکرت وتدبرت ذلک لعلمت فضل ابی بکر و زھدہ علی جمیع الصحابۃ ویکفیہ فضلاً وکمالاً ومرتبۃً قولہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وصحبہٖ وسلّم لابی بکر رضی اللہ عنہ انت منّی بمنزلۃ السمع والبصر والرّوح وقد۔

مر بیانہ بلبنانی :

خلیفہ ثانی سیّدنا امیرالمؤمنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضرت سیّدنا امیرالمؤمنین علی رضی اللہ عنہ کا رشتہ دینا اور ان کو شرفِ دامادی دینا کوئی کم مرتبہ پر دلیل نہیں۔ اعتبار کریں۔ ورنہ کتاب فروع کافی جلد ۲ صفحہ ۲۱۱ کی یہ عبارت بروایت امام ابوعبداللہ جعفر الصادق رضی اللہ عنہ پڑھیں۔

عن ابی عبد اللہ علیہ السّلام قال سئلتہ عن المراۃ المتوفّٰی عنہا زوجہا؟ تعتدّ فی بیتہا اوحیث شاءت انّ علیاً صلوات اللہ علیہ لمّا توفّی عمر اتیٰ امّ کلثوم فانطلق بہا الیٰ بیتہٖ :	یعنی حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مسئلہ دریافت کیا گیا کہ جس عورت کا خاوند فوت ہو جاوے تو وہ اپنے گھر (خاوند کے گھر) عدّت بیٹھے یا جہاں مناسب خیال کرے وہاں بیٹھے۔ امامِ عالیمقام نے جواب دیا کہ جہاں چاہے بیٹھے۔ کیونکہ جب عمر

رضی اللہ عنہ) فوت ہوئے تو حضرت علی علیہ السلام اپنی بچی کو ان کے گھر سے اپنے گھر لے گئے۔

علیٰ ہذا القیاس کتاب "طراز المذہب مظفری" مصنفہ میرزا عباس قلی خاں وزیر مجلس شوریٰ کبرے سلطنۃ ایران جلد اوّل صفحہ ۶۴ تا صفحہ ۶۷ میں اس نکاح کے متعلق تمام علماء شیعہ

Marfat.com

اتفاق اور ان کے متعلق تصریحات ملاحظہ فرماویں. یہ کتاب شاہ ایران مظفر الدین قاچار کی زیر سرپرستی لکھی گئی ہے ۱۲

اس نکاح کا ثبوت تقریباً اہل تشیع کی ہر کتاب میں موجود ہے. مگر جن الفاظ کیساتھ اہل بیت کرام کی عقیدت کا دم بھرنے والوں نے اس نکاح کا اقرار کیا ہے مجھے اللہ تعالیٰ کی قسم کوئی ذلیل سے ذلیل انسان بھی اپنے متعلق ان الفاظ کو برداشت نہیں کر سکتا. جن الفاظ اہل بیت نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے متعلق ان مدعیان تولّی نے استعمال کیا ہے. کوئی شخص ان الفاظ کو دیکھ کر یہ بات تسلیم کئے بغیر نہیں رہ سکتا. کہ اس قسم کے الفاظ بدترین دشمن ہی منہ سے نکال سکتا ہے. میں حیران ہوں کہ اللہ کے مقبولوں کے متعلق یہ الفاظ استعمال کرنے والا اسی دنیا میں غرق کیوں نہیں ہوجاتا. لہٰذا میں یہ جرأت نہیں کرتا اور اپنی عاقبت تباہ نہیں کرتا کہ وہ الفاظ لکھوں. اہل تشیع کی امّ الکتب یعنی فروع کافی جلد ۲ صفحہ ۱۴۱، سطر ۷ مطبوعہ لکھنؤ کسی بڑے مدعی تولّے و معتقد اہل بیت سے سنیئے. نیز ناسخ التواریخ جلد ۲ صفحہ ۳۶۳، اور صفحہ ۳۶۴ سطر ۱ ملاحظہ فرماویں اور میری تمامتر معروضات کی تصدیق کریں کہ شانِ حیدریؓ میں کس قدر بکواس اور سب وشتم شیعانِ علیؓ نے کئے ہیں کوئی بڑے سے بڑا بدبخت خارجی بھی ان کے حق میں اس قسم کے کلمات لکھنے کی جرأت نہیں کرے گا. حضرت سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے حق میں یہ بکواس صرف اس لئے کئے ہیں کہ آپؓ نے سیدنا امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کو رشتہ کیوں دیا ہے اور بس. کاش میرے بھولے بھالے برادرانِ وطن شیعہ مذہب کی حقیقت سے واقف ہوتے ؛

اے سادات عظام خدا کے واسطے کچھ سوچو اور ضرور سوچو. جس مذہب کی اس قدر معتبر کتاب میں حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شانِ اقدس میں اس قسم کے بکواس ہوں جو آپ کسی ذلیل سے ذلیل نوکر کو نہیں کہہ سکتے تو اس مذہب سے آپ نے کیا پھل پانا ہے؟ خدارا اپنی عاقبت تباہ نہ کرو ؛

Marfat.com

آئیے ہم اہل السنت آپ کے بردے اور آپ کے گھرانے کے حلقہ بگوش ہیں۔ ہم سے اپنے خانوادہ کی عزت و ناموس کے متعلق صحیح روایات سنئیے اور خانوادہ مشنوقت کے شان کو ملاحظہ فرمائیے۔ یہی روایت جس کے لکھنے سے میرا دل لرز گیا۔ میرے ہاتھ سے قلم گر پڑا اور اللہ کی قسم میں لکھنے کی جرأت نہ کرسکا۔ اہل تشیع نے اپنی معتبر کتاب ناسخ التواریخ جلد ۲ حصہ ۲ صفحہ ۳۶۳ سطر ۲۹ پر بڑے شدومد کے ساتھ اور ثبوت نکاح ہیں یہ تمام صفحہ اور صد ۳۶۴ علی ہذالقیاس صد ۴۳۴ بھی ملاحظہ فرمائیے اس کے بعد اور نہیں تو یہی شیعان علی کو پڑھ کر سنا دیجئے کہ ع

ہوئے تم دوست جس کے دشمن اس کا آسماں کیوں ہو۔

مگر درحقیقت دوست نما دشمن کے بغیر اہل تشیع کے مذہب کی بناء اور کوئی نہیں رکھ سکتا۔ مذکورہ بالا عبارات کو پڑھ کر یقیناً اہل انصاف میری تصدیق کریں گے۔ ممکن ہے بھولے بھالے برادران وطن کہیں گے کہ جو لوگ سال بہ سال امام عالیمقام زندہ جاوید کا ماتم کرتے ہیں اور اپنے سینوں کو پیٹ پیٹ کر خون خون کر دیتے ہیں۔ یہ کیسے کسی دشمن کی تقلید میں مذہب تشیع اختیار کر سکتے ہیں یا جس نے یہ مذہب گھڑا ہے وہ کیسے دشمن اہلبیت ہوسکتا ہے؟ اس کا فطرتی جواب صرف اتنا ہے کہ اس قسم کی روایات گھڑنے کی سزا یہی ہوسکتی ہے اور جب مقدس ہستیوں کو امام عالیمقام سیدنا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہ الشریف امام الھدیٰ شیخ الاسلام، حبیب۔ مقتدا اور پیشوا فرمادیں۔ جن کے ہاتھ پر بیعت کریں جن کو بطیب خاطر رشتے دیں۔ ان ہستیوں کے شان اقدس میں علانیہ بکواس بکنے کی دنیا میں سزا یہی ہے کہ اپنے ہاتھ سے اپنے منہ اور اپنے سینوں کو پیٹ پیٹ کر اڑا دیں۔ ورنہ محبت کے تقاضے پر یہ کاروائی مبنی ہوتی تو اس کی ابتداء حیدر کرار رضی اللہ عنہ سے شروع ہوتی۔ ان کے بعد یازدہ ائمہ اس پر عمل فرماتے مگر یاد رکھو یہ کسی زبردست مجرم خدا کی سزا سے شروع ہوئی ہے۔

اے آل حیدر کرار: آپ اپنے جد امجد کی سنت تلاش فرمادیں اور اپنے تمام اجداد طاہرین کی سنت کی پیروی اختیار کریں۔

Marfat.com

دوسرا جواب یہ ہے کہ اس قسم کی روایات گھڑنے اور ان کو رائج کرنے کا یہ ایک سیاسی کرتب تھا تاکہ بیوقوف اور کم سمجھ لوگ اس قسم کی غلط روایات کے باوجود ہمیں محب سمجھتے رہیں گے اور ہم آسانی کے ساتھ اپنا مذہب رائج کرتے رہیں گے۔ آپ دعویٰ محبت کے کوٹ کے اندر دیکھئے اور اس زہر سے بچئے۔ خیر یہ ایک نیا رندانہ مشورہ تھا جو موضوع سے نکال لے گیا۔

اب ائمہ طاہرین صادقین معصومین کی روایات سے خود اہل تشیع کی کتابوں میں جب یہ بات مل گئی۔ کہ ائمہ طاہرین نے خلفائے راشدین کو صدیق مانا۔ ان کے ہاتھ پر بیعت کی۔ ان کو امام الہدیٰ شیخ الاسلام، مقتدا، اور پیشوا تسلیم کیا۔ ان کے حق میں سب بکنے والوں کو قتل کیا۔ سزائیں دیں۔ اپنی مجلس سے نکالا۔ بلکہ خلفائے راشدین کی شانِ اقدس میں سب بکنے والوں کو مسلمانوں کی جماعت سے بھی خارج فرمایا اور یہ بھی مسلّم ہے کہ ائمہ طاہرین رضوان اللہ علیہم اجمعین کے پاک اور مقدس دلوں میں غیر خدا کا خوف نہیں آسکتا تھا اور ولا تخافوا ھم وخافون ان کنتم مومنین (اگر تم مومن ہو تو میرے بغیر کسی سے نہ ڈرو) پر ان کا پورا ایمان تھا۔ اور میدانِ کربلا میں اپنے اس ایمان کا ثبوت عملی طور پر بھی دیا تو وہ تمامتر ارشادات جو ائمہ طاہرین نے فرمائے اور تمامتر اخوت و مودّت کے جو عملی ثبوت بہم پہنچائے صرف صدق وصفا اور ظاہری باطنی صداقت ہی کی بنا پر فرمائے۔ خلافت خلفائے سابقین کے متعلق جن واضح اور غیر مبہم کلماتِ طیبات کے ساتھ حضرت سیدنا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہ الکریم نے قطعی فیصلہ ارشاد فرمایا ہے جو پہلے عرض کر چکا ہوں اس کے بعد فتنہ اور فساد پیدا کرنا اور وہ فیصلہ تسلیم نہ کرنا اور خلفائے راشدین کی شانِ اقدس میں سب وشتم بکنا اور محبِ علیؓ کہلوانا حضرت علیؓ کو (معاذ اللہ) جھٹلانا اور پھر دعوئے تولّے کرنا ایمان تو بجائے خود کسی معقولیت پر بھی مبنی نہیں ہوسکتا۔ بے خبر اور ناواقف لوگوں کو گمراہ کرنے کے لئے کبھی قرطاس کی روایت پیش کی جاتی ہے۔ کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ظاہری حیٰوۃ طیبہ کے آخری خمیس کو اپنے حرم سرا میں اہل بیت کے مردوں سے کہا کہ لکھنے کے لئے کوئی چیز (دوات، قلم، کاغذ) لاؤ میں تمہارے لئے کچھ وصیت لکھوں تاکہ میرے

Marfat.com

بعد تم صراطِ مستقیم پر ثابت قدم رہو۔ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہ، نے مسجد شریف میں جاکر دوات قلم طلب فرمائی۔ تو امیر المؤمنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ ہمیں قرآن کریم کافی ہے کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں داغِ مفارقت تو نہیں دینا چاہتے؟ اس بات کو سمجھو ! !

یہ روایت اہل سنت کی کتابوں میں ہو یا اہل تشیع کی کتابوں میں بہرصورت قرآن کریم کی آیت کریمہ (وَلَا تَخُطُّهٗ بِيَمِيْنِكَ اِذًا لَّارْتَابَ الْمُبْطِلُوْنَ) یعنی آپ اپنے ہاتھ مبارک سے کبھی اس کو نہ لکھنا تاکہ گمراہ کرنے والے لوگ شک پیدا نہ کرسکیں) دکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم خود لکھ سکتے تھے۔ اور قرآن کریم بھی خود لکھا ہے خدا کی طرف سے نہیں) اب یہ نفی ہو یا نہی۔ بہرصورت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے ہاتھ مبارک سے لکھنا ممنوع اور محال ہے۔ اور روایت میں ہے کہ میں لکھوں۔ دوسرا بالفرض تسلیم اس روایت میں خلافت کا ذکر تک نہیں۔ حضرت علیؓ کی خلافت اور وہ بھی بلافصل اس سے کیسے ثابت ہوگئی ؟

تیسرا۔ اہل بیت کے مردوں میں حضرت علیؓ موجود تھے تو ان کو دوات قلم پیش کرنے کا حکم ہوا۔ جیسا کہ " ائتونی " کا صیغہ جمع مذکر اسی امر پر دلالت کرتا ہے۔ فرض کرو کہ حضرت عمرؓ نے حسبنا کتاب اللہ یعنی ہمیں قرآن کریم کافی ہے فرمایا ہو۔ تو سوال یہ ہے کہ حضرت علیؓ نے حضرت عمرؓ کے کہنے پر عمل کرنا تھا یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے حکم پر ؟ پھر حضرت علیؓ نے کس کے کہنے پر عمل کرتے ہوئے دوات و قلم و کاغذ پیش نہ کیا۔

چوتھا۔ فرض کریں حضور خلافت ہی لکھتے (جس کا ذکر تک روایت میں نہیں) مگر جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم پہلے فرما رہے ہیں کہ میرے بعد خلیفہ ابوبکرؓ ہوگا۔ اس کے بعد عمرؓ ہوگا رضوان اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین اور یہ کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے یہی فرمایا ہے دیکھو تفسیر صافی جلد ۲ صفحہ ۳۲۰۔ اسی طرح تفسیر قمی اس آیت کریمہ کے ماتحت قال نبانی العلیم الخبیر (پارہ ۲۸ سورہ تحریم) تفسیر امام حسن عسکری اور باقی تمام اہل تشیع کی معتبر ترین تفاسیر میں بھی حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم سے یہ روایت ثابت ہے تو کیا اللہ تعالیٰ کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم۔ اللہ تعالیٰ کے حکم اور فرمان کے خلاف

Marfat.com

اور اپنے ارشاد کے خلاف کوئی دوسری خلافت لکھنے تھے؟

ہم پہلے حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے واضح اور غیر مبہم خطبات آپ کو سنا چکے ہیں کہ حضرت علیؓ سے جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہ وصحبہ کی رحلت کے بعد خلافت کی بیعت کرنے کے بارے میں کہا گیا تو آپ نے فرمایا کہ میری خلافت کا زمانہ نہیں آیا۔ اس وقت میری خلافت کا سوال ایسا ہے جیسے کوئی قبل از وقت کچے میوے توڑے یا کسی دوسرے کی زمین میں کھیتی باڑی شروع کر دے۔ اور یہ کہ میرے ذمہ یہ ہے کہ میں دوسروں کی اطاعت کروں اور یہ کہ بیعت کرنے پر میرے لئے دوسروں کی اطاعت کا عہد و پیمان مقدم ہے میرے لئے ممکن ہی نہیں کہ ابوبکرؓ کی بیعت کی مخالفت کروں۔ پھر ان کا خود بھی بیعت کرنا۔ یہ تمامتر روایات خلافت علی رضی اللہ عنہ کی تحریر کے منافی بلکہ مناقض ہیں۔ اسی طرح یہ بھی افتراء ہی ہے کہ حضرت علیؓ کی خلافت بلا فصل کی دلیل میں خُم غدیر کی روایت پیش کی جاتی ہے کہ حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کے متعلق فرمایا کہ "من کنت مولاہ فعلیؓ مولاہ" (یعنی جن کا میں دوست ہوں علیؓ بھی ان کے دوست ہیں) ظاہر ہے کہ قرآن کریم میں مولیٰ بمعنی دوست ہے دیکھو آیت کریمہ " فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلٰىهُ وَجِبْرِيْلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِيْنَ " (یعنی اللہ کے محبوب کا دوست اللہ جل شانہٗ ہے۔ اور جبریل ہیں اور نیک بندے ہیں۔" وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَعْدَ ذٰلِكَ ظَهِيْرٌ " اس کے بعد فرشتے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے امداد کنندہ ہیں۔ (القرآن)

اب مولیٰ کا معنی حاکم یا امام یا امیر کرنا صراحۃً قرآن کریم کی مخالفت ہے۔ اور تفسیر بالرائے ہے اور کون مسلمان یہ نہیں مانتا کہ حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے دوستوں کے دوست ہیں۔ جن کو اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) نے گھر میں، ہجرت میں، غار میں، سفر میں، حتیٰ کہ قبر میں اپنا ساتھی اور رفیق منتخب فرما لیا۔ حضرت علیؓ ان کے دوست ہیں حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہٗ کا صاف صاف ارشاد گرامی نہ بھولئے جو حضرت ابوبکر و حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے حق میں فرماتے ہیں کہ "ھما حبیبای" یعنی وہ میرے دوست ہیں (یہ حوالہ گزر چکا ہے) علیٰ ہذا القیاس حضرت علی

Marfat.com

کرم اللہ وجہہٗ کی خلافت بلافصل پر غزوہ تبوک کی روایت کو دلیل میں پیش کرنا سخت ناواقفی اور بے خبری کی دلیل ہے۔ یعنی غزوہ تبوک کے موقعہ پر حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کا حضرت علیؓ کو ارشاد فرمانا "اما ترضیٰ ان تکون منی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ"، یعنی اے علیؓ آپ اس بات پر راضی نہیں کہ جو نسبت ہارون کو موسیٰ سے تھی وہی منزلت آپ کو مجھ سے ہوتی۔ اب اس روایت سے ثابت کرنا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بلافصل فرما رہے ہیں کس قدر بے محل ہے۔ اوّلاً اس لئے کہ حضرت ہارون حضرت موسیٰ کی عین حیات میں فوت ہو گئے تھے۔ اور حضرت موسیٰ کے خلیفہ نہ بلافصل بنے اور نہ بالفصل۔ دیکھو شیعوں کے مجتہد اعظم ملا باقر مجلسی کی کتاب حیات القلوب صفحہ ۳۶۸ اور ناسخ التواریخ وغیرہ اور اولڈ ٹسٹامنٹ (بائبل) وغیرہ جہاں صراحتہً موجود ہے کہ حضرت ہارون حضرت موسیٰ کی عین حیات میں فوت ہوئے اور یہود نے حضرت موسیٰ پر یہ اتہام لگایا کہ انہوں نے اس کو قتل کیا ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے حضرت موسےٰؑ کی برأت نازل فرمائی۔ جس کا ذکر قرآن کریم میں ان کلمات طیبات کیساتھ ہے۔ فبراہ اللہ مما قالوا ولو کان عند اللہ وجیھًا۔ (پس اللہ تعالیٰ نے حضرت موسےٰ کو اس اتہام سے بری فرمایا۔ جو کچھ کہ یہود نے ان کے متعلق باندھا تھا اور وہ اللہ کے نزدیک معزز و محترم تھے" اور تفسیر صافی میں جو اہل تشیع کی معتبر ترین کتاب ہے۔ بحوالہ تفسیر مجمع البیان جو شیعوں کے مجتہد اعظم کی تصنیف ہے۔ حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہٗ (رضی اللہ عنہ) سے روایت تصدیق کے لئے ملاحظہ فرمائیں

عن علی علیہ السلام ان موسیٰ وھارون صعدا علی الجبل فمات ھارون فقالت بنو اسرائیل انت قتلتہ الخ

یعنی حضرت موسےٰ اور حضرت ہارون ایک پہاڑ پر چڑھے۔ پس حضرت ہارون فوت ہو گئے تو بنی اسرائیل نے کہا کہ اے حضرت موسیٰ آپ نے ان کو قتل کیا ہے۔ الخ

حیات القلوب میں یہ واقعہ مفصل موجود ہے۔

تو یہ مشابہت خلافت کے ساتھ قرار دینا کہ جیسے حضرت ہارون حضرت موسیٰ کے خلیفہ

Marfat.com

تھے ویسے ہی حضرت علیؓ حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلّم کے خلیفے تھے۔ انتہا درجہ تعجب انگیز ہے۔ دلیل تو خلافت بلافصل اس مشابہت کے ذریعے سے لائی گئی۔ مگر اس مشابہت کی وجہ سے مطلقاً خلافت نہ بلافصل اور نہ بالفصل ثابت ہوسکی۔ خدا کا شکر ہے کہ کسی خارجی منحوس کے کانوں تک اہل تشیع کی خلافت بلافصل کے متعلق یہ دلیل نہیں پہنچی۔ ورنہ اہل تشیع حضرات کو لینے کے دینے پڑجاتے۔ ہٹ دھرمی کی بھی انتہا ہے۔ جب حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور سیدنا امیر المؤمنین عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت راشدہ کے متعلق ائمہ طاہرین کی سند کیساتھ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلّم کا واضح اور غیر مبہم ارشاد خود اہل تشیع کی معتبر ترین کتاب سے دکھایا جائے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلّم فرماتے ہیں۔ کہ ان ابابکر یلي الخلافة من بعدي یعنی میرے بعد ابوبکرؓ خلیفہ ہیں اور اہل تشیع کی معتبر ترین کتاب تفسیر امام حسن عسکری رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ اور تفسیر صافی وغیرہ کی تصریحات پیش کی جائیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ میرے بعد خلیفہ ابوبکرؓ ہیں۔ ان کے بعد عمرؓ ہیں اور اہل تشیع کی معتبر ترین کتاب نہج البلاغۃ سے حضرت علی کرم اللہ وجہٗ کا ان کی خلافت کو تسلیم فرمانا ان کے ہاتھ پر بیعت کرنا۔ ان کے ساتھ مشوروں میں شریک ہونا ثابت کیا جائے اور شیعوں کی معتبر ترین کتاب شافی اور تلخیص الشافی سے ائمہ طاہرین کی روایات کیساتھ حضرت سیدنا علی کرم اللہ تعالےٰ وجہٗ کا یہ ارشادِ گرامی موجود ہو کہ ابوبکر اور عمر (رضی اللہ عنہما) میرے پیارے ہیں امام الہدیٰ ہیں۔ پیشوائے وقت ہیں۔ ہدایت کے امام ہیں شیخ الاسلام ہیں، اور مولا علیؓ کا یہ ارشاد خود ائمہ طاہرین کی سند کیساتھ پیش کیے جاویں۔ کہ حضورؐ کی تمام امّت سے افضل ابوبکرؓ ہیں اور کتاب کافی سے یہ تصریح پیش کی جاوے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کا مرتبہ صحابہ سے افضل ہے۔ اور اہل تشیع کی معتبر ترین کتاب تفسیر حسن عسکری اور معانی الاخبار وغیرہ میں یہ تصریحات موجود ہوں کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ ابوبکر بمنزلہ میری آنکھ کے ہیں اور عمر بمنزلہ میرے گوش مبارک کے ہیں اور عثمان بمنزلہ میرے دل کے ہیں۔ تو ان روایات کو دیکھ کر اہل تشیع کو خلافت کا یقین نہیں ہوتا۔ نہ ہی ائمہ طاہرین کی روایات پر ایمان لاتے نظر آتے ہیں۔ اور حضرت ہارون کی مشابہت سے خلافت بلافصل ثابت کرنے کی بڑی دور کی سوجھتی ہے۔ اگر حضرت علیؓ کی خلافت ثابت کرنے کا اس قدر شوق ہے تو

Marfat.com

پہلے ان کو سچا بھی مانو۔ ان کے ارشادات پر ایمان بھی لاؤ۔ اور ان کی حدیثوں کو صحیح تسلیم کرو۔ ان معصومین کو جھوٹ مکر اور فریب سے پاک اور منزّہ یقین کرو تو ہم جانیں کہ اہل تشیع کو ائمہ طاہرین معصومین کے ساتھ دلی الفت اور محبّت ہے۔ حضرت ہارونؑ کے ساتھ مشابہت ایک وقتی طور پر بہت مناسب ہے جیسے حضرت موسیٰ حضرت ہارون علیہما السلام کو طورِ سینا پر جاتے وقت اپنے گھر چھوڑ گئے تھے اسی طرح حضور اقدس صلّے اللہ علیہ وسلّم غزوۂ تبوک میں تشریف لے جاتے وقت حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہٗ کو مدینہ شریف کی حفاظت کے لئے افسر مقرّر فرما گئے تھے۔

مگر حسب روایت باقر مجلسی کی حیات القلوب میں حضرت علی کرمؓ نے مدینہ شریف میں رہنا پسند نہ فرمایا اور حضور صلّی اللہ علیہ والہٖ وصحبہٖ وسلّم کے ساتھ جانا اختیار کیا اور شاملِ سفر باظفر ہوئے۔

مگر سوال یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مشابہت حضرت ہارون علیہ السّلام کے ساتھ حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کے بعد خلافت کے متعلق موجود ہے یا نہیں۔ تو جواب یہ ہے کہ چونکہ حضرت ہارون علیہ السّلام حضرت موسیٰ علیہ السّلام کے بعد خلیفے نہ بنے فذٰلک کذٰلک۔ البتہ ہم اہل السنّت والجماعت کے اصول کے مطابق حضرت سیّدنا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہٗ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کے چوتھے خلیفے ہیں۔

اہل تشیع کے دلائلِ خلافت بلافصل کا نمونہ تو آپ دیکھ چکے جو تصریحات کا انکار من گھڑت اور غلط توجیہات پر اصرار کا مجموعہ ہوتی ہیں۔ ایک دفعہ اہل السنّت والجماعت اور اہل تشیع کے مابین مناظرہ دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ اہل تشیع کے مناظر نے حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہٗ کی خلافت بلافصل ثابت کرنے کے لئے کہا کہ میں قرآن سے ثابت کرتا ہوں۔ میں حیران ہو کر دیکھنے لگا کہ یا اللہ تیری کس آیت سے سیّدنا علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ کی خلافت بلافصل ثابت کرے گا۔ تو اس نے سورۂ زخرف کی تیسری آیت " وَاِنَّهٗ فِیْۤ اُمِّ الْكِتٰبِ لَدَیْنَا لَعَلِیٌّ حَكِیْمٌ " ایک خاص انداز میں پڑھی۔ کہ علیؓ لوحِ محفوظ میں حکیم لکھے ہوئے ہیں۔ بس پھر نعرۂ حیدری بولتے ہوئے سٹیج سے کودا اور بھاگا۔ مناظرِ اہل السنّت بیچارہ منہ تکتا رہ گیا۔ میں نے اندازہ لگایا کہ بے چارے بیخبر اور جاہلوں کو اسی طرح خلافتِ بلافصل

Marfat.com

کے دلائل پیش کر کے پھسلایا جاتا ہوگا۔ میں اس مناظرہ میں بحیثیت حکم بیٹھا ہوا تھا۔ مگر فیصلہ سنانے کا موقعہ ہی نہ ملا۔ علماء طبقہ تو شانِ استدلال اور طرزِ قلابازی دیکھ کر دم بخود ہو کر رہ گیا۔ اب وہاں کون تھا۔ جس کو جواب دیا جاتا۔ اور اس دلیل کے متعلق نظر اور فکر کا تجزیہ کیا جاتا ؛

برادرانِ وطن! سورۃ زخرف جس سے اس سخت جاہل نے حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کی خلافت بلافصل ثابت کرنے کا دعویٰ کیا تھا۔ اس کی آیات تلاوت فرمائیں۔ حٰمٓ ۝ وَالْكِتَابِ الْمُبِينِ ۝ إِنَّا جَعَلْنَاهُ قُرْآنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ ۝ وَإِنَّهُ فِي أُمِّ الْكِتَابِ لَدَيْنَا لَعَلِيٌّ حَكِيمٌ ۝ اس کا ترجمہ خود اہل تشیع کے مقبول ترین مترجم مقبول احمد دہلوی کی تحریر سے دیکھیے۔ "قسم ہے واضح کتاب کی بیشک ہم نے اس کو عربی قرآن مقرر کیا۔ تاکہ تم سمجھو اور بیشک وہ ہمارے پاس ام الکتاب میں ضرور عالیشان اور حکمت والا ہے" تو شروع سے لے کر آخر تک قرآن حکیم کی تعریف ہے۔ مگر اس سے حضرت علی مراد لینے اور پھر اپنے ذہن سے خلافت نکال کر اس کیساتھ جوڑنے اور جب خلافت کا حلقہ جڑ گیا تو پھر بلافصل کا لفظ جوڑنے میں کیا تکلیف ہو سکتی ہے؟ لہٰذا ثابت ہو گیا کہ حضرت علیؓ کی خلافت اور وہ بھی بلافصل ثابت ہو گئی (نعرۂ حیدری یا علیؓ)

یہ استدلال اور طرزِ استدلال!! بھلا اس کے مقابل میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا صاف اور واضح ارشاد کہ میرے بعد خلیفہ ابوبکرؓ اور پھر عمرؓ ہوں گے یا حضرت علیؓ کا ابوبکرؓ و عمرؓ کو امام الہدیٰ و مقتدائے اُمت فرمانا بھی کوئی دلیل خلافت ہو سکتی ہے؟ فَمَالِ هَٰؤُلَاءِ الْقَوْمِ لَا يَكَادُونَ يَفْقَهُونَ حَدِيثًا ۝ امام حسن عسکری کی تفسیر، تفسیر قمی اور تفسیر صافی جیسی اہل تشیع کی معتبر کتابیں جن میں محبوب کبریا صلی اللہ علیہ وسلم کا صاف صاف ارشاد کہ میرے بعد خلیفے ابوبکرؓ ان کے بعد عمر (رضی اللہ عنہما) ہونگے۔ اور یہ کہ مجھے اللہ تعالٰے نے فرمایا ہے تسلیم نہ کرنا تعجب انگیز دعوئے تولّی ہے۔

خداوند تعالٰی کے فرمان اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا صاف صاف ارشاد اور حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور تمام ائمہ معصومین کی واضح غیر مبہم تصریحات کے بالمقابل اہل تشیع

Marfat.com

من گھڑت تخمینے اور خلافت بلافصل کے ڈھول لگائیں اور اللہ اور اس کے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام اور تمام ائمہ معصومین کو جھٹلائیں اور ان کے ہر قول و فعل کو جو اُن کے من گھڑت مذہب کے مخالف ہو اس کو تقیہ اور فریب کاری پر محمول کریں اور پھر محب بھی ہیں۔

اہل تشیع نے اپنے خود ساختہ مذہب کو محفوظ رکھنے کے لئے سوچا خوب ہے کہ جو حدیث اور روایت اس کے مخالف ہوگی۔ خواہ خود اہل تشیع ہی کے مصنفین نے اس کو ائمہ معصومین سے سنا اور ان کی اپنی کتابوں میں اس کو لکھا ہو اور بانیان مذہب شیعہ نے کسی ایسی کڑی کو اپنے مذہب کے ساتھ منسلک کرنا ضروری خیال کیا سو جو اس روایت و حدیث کے مخالف ہو تو پھر یہی تقیہ کام میں لایا جاسکے کہ ائمہ معصومین نے ہماری اس خود ساختہ پرداختہ کڑی کے خلاف جو فرمایا ہے۔ اگرچہ وہ روائتیں ہماری کتابوں میں موجود ہیں۔ مگر بطور تقیہ ہیں۔ پس جتنی حدیثیں اور روایات اس مذہب کے خلاف کوئی پیش کرتا چلا جائے گا۔ اہل تشیع میاں مٹھو کی طرح ایک لفظ "تقیہ" بولتے چلے جائینگے تو گویا تمام احادیث و روایات پیش کرنے والے کے بالمقابل اہل تشیع کا ایک طوطا جس کو صرف "تقیہ" کا لفظ زبان پر چڑھا دیا گیا ہو بطور مناظر پیش کر سکتے ہیں۔ یہ تقیہ امور عامہ سے بھی عام مانا گیا ہے۔ اب اس کے بعد جو چاہیں ائمہ صادقین کی طرف منسوب مذہب کو وسعت دیتے چلے جائیں مگر اتنا تو فرمائیں کہ جب ائمہ صادقین اپنے شیعوں کو ہمیشہ کوئی سچی بات بتانا کفر اور بے دینی (معاذاللہ) یقین فرماتے تھے۔ جیسا کہ مفصل بیان ہو چکا ہے اور تقیہ کو ایک لمحہ کے لئے بھی ترک فرمانا جائز نہ سمجھتے تھے۔ جیسا کہ مفصل بیان ہو چکا ہے تو پھر یہ تقیہ کے متعلق روایت بھی انہی ائمہ دین کی طرف منسوب ہیں تو پھر ان پر بھی ایمان لانے سے پہلے مسئلہ تقیہ کو ذہن سے خارج نہیں کرنا چاہیئے۔ اور یا تسلسل فی التقیہ پر ایمان رکھنا چاہیئے کم از کم اپنے مذہب کو بچانے کے لئے اتنا تو کہتے کہ ائمہ معصومین نے جو روائتیں اپنے شیعوں کے سامنے بیان کی ہیں وہ سچی تھیں اور ناصبیوں یعنی اہل السنت والجماعت کے سامنے تقیہ اختیار فرماتے تھے مگر اس صورت میں بھی مذہب تشیع کی بنیاد کھوکھلی معلوم ہوتی ہے کیونکہ جتنے حوالے میں نے اس رسالے میں پیش کئے ہیں وہ تمام تر اہل تشیع کے مذہبی معتبر

Marfat.com

کتابوں سے دیئے ہیں۔ وہ کتابیں جو بجز کافی کلینی کے تمامتر ایران یا نجف اشرف کی چھپی ہوئی ہیں اور کافی مطبوعہ ایران بھی مل گئی ہے۔ اس میں سے بھی کافی کے حوالے دکھانے کا ذمہ دار ہوں۔ اور جتنے حوالے دیئے ہیں وہ ائمہ معصومین طاہرین کی روایت سے ہیں تو پھر خلفائے راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین کی خلافت کا انکار ان کی صدیقیت کا انکار کیوں؟ مولا علی المرتضیٰ کا ان کے ساتھ بیعت کرنے ان کو امام الھدیٰ مقتدا و پیشوا تسلیم فرمانے، ان کے حق میں سب بکنے والوں کو سزا دینے امیرالمؤمنین عمر رضی اللہ عنہ کو رشتہ دینے کا انکار کیوں؟ ان کی اطاعت کرنے ان کے مشیروں میں شامل ہونے کا انکار کیوں؟ امام محمد باقر رضی اللہ عنہ کے اس صریح ارشاد کا انکار کیوں؟ جو حضور نے ایک غالی شیعہ کے سامنے پانچ دفعہ فرمایا۔ کہ ابوبکرؓ "صدیق" ہیں۔ اور جو ابوبکرؓ کو صدیق نہیں کہتا۔ اللہ تعالیٰ اس کو دونوں جہانوں میں جھوٹا کرے اور امام عالیمقام زین العابدین رضی اللہ عنہ کا خلفائے راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین کے حق میں سب بکنے والوں کو بے ایمان فرمانا اور ان کو مجلس سے نکال دینا اور یہ فرمانا کہ اللہ تعالیٰ انہیں ہلاک کرے۔ اس کا انکار کیوں؟ تمام حوالے عرض کر چکا ہوں۔ فرمائیے کوئی ایک بھی روایت کسی اہل السنۃ والجماعت کی کتاب سے پیش کی ہے؟ کتابیں بھی اہل تشیع کی اور راوی بھی ائمہ معصومین۔ پھر اُن کی روایات پر وہ لوگ ایمان نہ لائیں۔ جو دعوئے تشیع کرتے ہیں تو اس کا صاف مطلب یہی ہے کہ اہل تشیع کے مذہب اور ائمہ طاہرین کے مذہب میں بہت بڑا تخالف اور تناقض ہے۔

آج کل کے اہل تشیع حضرات یا تو اپنی مذہبی کتابوں سے مکمل ناواقفی کی وجہ سے اور یا کسی ماحول کے باعث بطور تقیہ قرآن کریم کو خدا کا کلام کہتے ہیں مگر بانیان مذہب تشیع اور رازداران مذہب تشیع کا ایمان قرآن کریم پر نہیں۔ اس قرآن کریم کو اسی وجہ سے ہر صریح جھوٹ بولتے وقت جھٹ سے سر پر رکھ دیتے ہیں اور ایسی حالت میں جھوٹ بولنے میں ذرہ برابر تامل نہیں کرتے۔ جیسے کوئی مسلمان جھوٹ بولتے کوئی ہندوؤں کی پوتھی وغیرہ سر پر رکھ لے۔

شیعوں کے مذہبی پیشوا مطلقاً قرآن کا انکار ظاہر کرتے ہیں بلکہ جو قرآن کریم حضرت

Marfat.com

امیرالمومنین سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے تمام صحابہ حفاظ کو طلب فرما کر جمع فرمایا جو آج ہمارے سینوں میں ہے اور مسلمانوں کی ہر مسجد میں جس کو بچے سے لیکر بوڑھے تک پڑھتے ہیں اور جو مسلمانوں کے سات سات سال عمر کے بچوں کو یاد ہے جس کو رمضان مبارک میں نماز تراویح میں ختم کیا جاتا ہے جس کے تیئس ۲۳ پارے ہیں جو سورۃ فاتحہ سے شروع ہوتا ہے اور سورۃ ناس پر ختم ہوتا ہے بانیانِ مذہب شیعہ نے اس کا انکار کیا ہے اور جب بھی اپنا ایمان قرآن پر ثابت کرتے ہیں تو اپنا موہوم قرآن دستر گز والا جس نے قیامت سے پہلے لوگوں کو ہدایت کیلئے منہ نہیں دکھانا، حلال وحرام کی تعلیم صرف قیامت کو دے گا) ہی مراد لیتے ہیں تو پھر جس قرآن پر ان کا ایمان نہیں اس کو ہزار دفعہ جھوٹ بولتے وقت سر پر رکھیں۔ ان کے مذہب کو کیا نقصان ہوسکتا ہے؟ قرآن کریم پر مدعیان تولّیٰ کے ایمان کا نمونہ اصل عبارت میں پیش کرتا ہوں۔ تاکہ اہل علم لوگ تصدیق کرسکیں۔

اصولِ کافی صفحہ نمبر ۶۷

فقال ابو عبد اللہ علیہ السلام (الی ان قال) اخرجہ علی علیہ السلام الی الناس حین فرغ منہ وکتبہ، فقال لھم ھذا کتاب اللہ عزوجل کما انزلہ اللہ علی محمد صلی اللہ علیہ وسلم من اللوحین فقالوا ھو ذا عندنا مصحف جامع فیہ القرآن لاحاجۃ لنا فیہ فقال اما واللہ ما ترونہ بعد یومکم ھذا ابدًا انما کان	یعنی حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالےٰ عنہ (کی طرف منسوب کرکے) کہتے ہیں کہ جب حضرت علیؓ قرآن کریم کے جمع کرنے اور اس کی کتابت سے فارغ ہوئے تو لوگوں سے کہا کہ یہ اللہ عزوجل کی کتاب ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اس کو نازل فرمایا ہے اور میں نے دو لوحوں سے اس کو اکٹھا کیا ہے جس پر لوگوں نے کہا کہ یہ ملاحظہ فرمالو کہ ہمارے پاس مصحف مبارک جامع موجود ہے جس میں قرآن ہی ہے۔ ہمیں آپکے لائے ہوئے قرآن کی ضرورت نہیں اس پر حضرت

Marfat.com

علیؑ ان اخبرکم حین جمعتہ لتقرؤاہٗ۔ علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی قسم آج کے بعد تم اس کو کبھی نہ دیکھو گے میرے لئے ضروری تھا کہ جب میں نے اس کو جمع کیا ہے تو تمہیں اس کی خبر دوں تاکہ تم اس کو پڑھتے۔

اب حسبِ روایت اصول کافی امام عالی مقام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف منسوب حدیث اور امام عالی مقام سیدنا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہ الشریف کا قسم اٹھانا کہ آج کے دن کے بعد کبھی تم اس کو نہ دیکھو گے۔ تو اس کے باوجود جو قرآن اہل تشیع دیکھتے ہیں اور اہل سنت سے سنتے ہیں جس کو اہل سنّت یاد کرتے ہیں۔ تراویح میں ختم کرتے ہیں۔ جس کو امیرالمؤمنین عثمان ابن عفان رضی اللہ عنہ نے جمع کیا ہے۔ یہ تو بہر صورت وہ قرآن نہیں ہوسکتا جو قیامت سے پہلے آ ہی نہیں سکتا۔

اسی اصول کافی صفحہ ۶۷ پر امام عالیمقام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ کے ایک شیعہ صاحب بنام "احمد بن محمد" کہتے ہیں کہ مجھے امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ نے مصحف مبارک عطا فرمایا اور فرمایا کہ اس کو کھول کر مت دیکھنا۔ میں نے کھولا اور دیکھا اور سورۃ لم یکن الذین الخ پڑھی تو میں نے اس سورت میں قریش کے ستر آدمیوں کے نام بمعہ اُن کے آباد کے نام لکھے ہوئے موجود پائے تو امام صاحب نے میری یہ شان تعمیل حکم دیکھ کر میری طرف آدمی بھیجا کہ میرا قرآن مجھے واپس کردو۔ یہ واپسی کا قصہ تو اس ضرورت کے ماتحت گھڑنا پڑا کہ کوئی کہہ دے کہ امام صاحب کا لکھا ہوا قرآن ہمیں بھی دکھاؤ تو فصاحت و بلاغت قرآن سے ملتی جلتی عبارت کہاں سے پیدا کی جاتی بہر حال وہ قرآن جس کی سورۃ لم یکن الذین میں قریش کے ستر آدمیوں کے نام ہوں اور ان کے آباء کے نام ہوں وہ کوئی اور ہی ہے جس پر اہل تشیع کا ایمان ہے۔ یہ قرآن نہیں اہل تشیع کے مجتہد اعظم نے اپنی کتاب فصل الخطاب میں تو ایمان بالقرآن کا قصہ ہی ختم کر دیا ہے۔

اصول کافی صفحہ ۶۷۱ کی ایک اور روایت بھی ملاحظہ کریں جس کے لفظ بلفظ ترجمہ پر اکتفا کرتا ہوں۔

اہل علم حضرات منطبق فرمالیں " امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جو قرآن حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف جبریل علیہ السلام لائے تھے۔ اس کی سترہ ہزار آیتیں تھیں" اور اہل السنت

Marfat.com

والجماعت غریبوں کے پاس تو صرف ۶۶۶۶ آیات پر مشتمل قرآن حکیم ہے اگر کسی قدر تفصیل کیساتھ اہل تشیع کا قرآن کریم سے انکار دیکھنا چاہیں تو اصول کافی صد ۲۶۱ تا صد ۲۶۳ و صنہ ۶۷۰ صد ۶۷۱ کا مطالعہ فرماویں اور ایمان بالقرآن کی داد دیں کہ ایک سے دوسری روایت بڑھ چڑھ کر انکار قرآن میں وارد ہے اور کتاب ناسخ التواریخ جلد ۲ صد ۹۳ و صنہ ۹۴ پر تو اس قرآن کریم کے انکار پر شیعوں کا اجماع ثابت ہے اور اس قرآن کریم میں ردّ و بدل اور اس کی تنقیص میں تو ایک سے ایک بڑھ کر روایتوں کے انبار لگائے گئے ہیں تفسیر صافی جلد اوّل صد ۱۲ میں قرآن کی تحریف اور اس میں ردّ و بدل ثابت کرنے کے کمال دکھائے گئے ہیں اور مصنف کافی یعقوب کلینی اور ان کے استاد علی بن ابراہیم قمی کا اس بارے میں غلو ثابت کیا گیا۔ لاحول ولاقوۃ الّا باللہ العلی العظیم ؛

یہ چند روایتیں بطور نمونہ ہیں ورنہ اہل علم شاہد ہیں کہ اہل تشیّع کی معتبر کتابوں میں جس کثرت کے ساتھ قرآن حکیم کے انکار پر مشتمل روایات ہیں ان کا نصف بھی یکجا جمع کیا جائے۔ تو شرح کبیر لابن میثم کے لگ بھگ ایک مستقل کتاب ہوگی۔ مگر اندک دلیل بسیار و مشت نمونہ از خروار ہوتا ہے جو پیش کیا ہے یہ بات نظر انداز کرنے کے قابل نہیں کہ جب ان لوگوں کو قرآن بھی قیامت سے پہلے دیکھنا نصیب نہیں اور ائمہ طاہرین معصومین کے متعلق قطعی یقین حاصل ہے کہ وہ تقیہ نہ کرنا بے ایمانی اور بے دینی یقین فرماتے تھے۔ ان کے بغیر باقی تمام لوگ ان کے نزدیک اس قابل ہی نہیں کہ ان سے کوئی حدیث بھی قابل تسلیم مانی جا سکے تو پھر یہ مذہب اہل تشیّع اور اس کی سچائی اور اس کے عقیدے اور اس کے حلال و حرام کس صداقت پر مبنی اور کس بنا پر قائم ہیں ؛ بھائی جب ائمہ کرام خود فرماویں من اذاع علینا حدیثا اذلہ اللہ و من کتمہ اعزہ اللہ۔ یعنی جو شخص ہماری کسی بات کو ظاہر کرے گا تو اس کو اللہ تعالیٰ ذلیل کریگا۔ اور جس نے ہماری حدیثیں چھپائیں اور ظاہر نہ کیں اس کو اللہ تعالیٰ عزت دے گا۔ اور جو تقیہ نہیں کرتا وہ بے دین ہے (حوالے گذر چکے ہیں) تو اماموں سے کسی حدیث کو ظاہر کرنا یا ان کی کسی بات یا کسی تعلیم کو صحیح طور پر بیان کرنا جب صراحتاً بے ایمانی، بے دینی، دارین میں ذلت اور قطعی طور جہنمی ہونا ہے (دیکھو کافی باب التقیہ)

Marfat.com

تو اب اہل تشیع کی تمام کتابیں جو ائمہ صادقین سے روایتوں پر مشتمل نظر آ رہی ہیں - خلافت بلافصل کا عقیدہ، سب و شتم کا عقیدہ، باقی متعہ ہو یا تقیہ وضو کی ترکیب، نماز کے انداز، باقی کھانے پینے کے حلال و حرام اگر فی الواقع ائمہ طاہرین کی حدیثیں ہیں اور ان کو چھپانے کی بجائے ان کو شائع کیا گیا جلسوں میں الاؤڈ سپیکروں کے ذریعہ لوگوں کو سنائی گئیں تو حسب فرمان امام عالیمقام یہ لوگ سخت بے ایمان بے دین اور دنیا و آخرت میں ائمہ کی نظر میں ذلیل اور جہنمی ہیں۔ اور اگر ائمہ کے تاکیدی ارشادات اور حکم کی تعمیل میں اصل حدیثیں اور اصل احکام نہیں لکھے گئے۔ نہ ہی ان کو شائع کیا گیا۔ اور نہ ہی وہ لوگوں کو سنائے جاتے ہیں۔ بلکہ وہ تو بہر صورت چھپائے ہی جاتے ہیں۔ یہ تمام کتابیں اور تقریریں ان کے اصل احکام کے خلاف اور مغائر ہیں۔ یہ تمام اعمال، نماز ہو یا روزہ۔ وضو ہو یا نماز کی ترکیب اور خاصان بارگاہ خدا رسول (صلے اللہ علیہ وسلم) کے حق میں سب و شتم من گھڑت اور خود ساختہ روایات کی بنا پر ہیں۔ تو اس صورت پر اہل تشیع حق بجانب معلوم ہوتے ہیں۔ اور عقل سلیم بھی اسی صورت کو صحیح سمجھتی ہے۔ کیونکہ ائمہ طاہرین کی ایک حدیث اور ایک روایت بھی کوئی مخلص محب شیعہ تو ظاہر کرنے کی جرأت نہیں کر سکتا ہوگا۔ تو ان محبوں نے اصل کو چھپانے کیلئے غلط اور غیر صحیح بیان کرنے پر اکتفاء کیا۔ اپنی طرف سے کچھ سے کچھ جوڑ کر ایک مذہب بنا ڈالا۔ اسی صورت کا کھوج بھی ملتا ہے اور ذی عقل آدمی تو چور بھی پکڑ سکتے ہیں۔ ملاحظہ ہو اہل تشیع کی نہایت معتبر کتاب ناسخ التواریخ جلد ۲ حصہ ۳ صفحہ ۵۲۴ سطر ۶ مطبوعہ ایران (اصفہان) ۱۳۰۵ھ مطالعہ کی سفارش کرتا ہوں تاکہ آپ کو حق الیقین ہو جائے کہ میں جو کچھ عرض کر رہا ہوں تعصب مذہبی کی بنا پر نہیں بلکہ واقعات کی روشنی میں اور حق و صداقت پر مبنی یہ معروضات ہیں سب سے پہلے جس شخص نے خلفائے راشدین رضوان اللہ تعالے علیہم اجمعین کے متعلق غصب خلافت کا قول کیا ہے اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خلیفہ بلافصل ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ وہ ایک یہودی تھا جس کا نام عبداللہ بن سبا ہے جو امیر المومنین سیدنا عثمان ابن عفان رضی اللہ تعالیٰ کے زمانہ خلافت میں تقیہ کر کے مدینۃ النور میں آیا۔ اور اسلام ظاہر کیا اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین علی الخصوص خلفائے راشدین سابقین کے خلاف خفیہ طور پر سب بکنا شروع کیا۔ پھر مدینہ اقدس سے نکالا گیا تو مصر میں

Marfat.com

جاکر ایک گروہ بنالیا اور سیدنا عثمانؓ کے خلاف لوگوں کو بھڑکایا اور آخر ایسا فتنہ برپا کیا جس میں امیرالمؤمنین شہید ہوئے۔ الخ

میں چاہتا ہوں کہ صاحب ناسخ التواریخ کی بعینہٖ عبارت پیش کروں:

"ذکر پدید آمدن مذہب رجعت در سال سی و پنجم ہجری عبداللہ بن سبا مردی یہود بود در زمان عثمان ابن عفان سلمانی گرفت و او از کتب پیشین و مصاحف سابقین نیک دانا بود۔ چوں مسلمان شد خلافت عثمان در خاطر او پسندہ نیفتاد، پس در مجالس و محافل اصحاب بنشستے و قبائح اعمال و مثالب عثمان را ہرچہ توانستی باز گفتی، ایں خبر بہ عثمان بردند گفت باری ایں یہود کیست و فرمان کرد تا او را از مدینہ اخراج نمودند۔ عبداللہ بمصر آمد و چوں مردی عالم و دانا بود مردم بروی گرد آمدند و کلمات او را باور داشتند۔ گفت! ہاں اے مردم مگر نشنیدہ اید کہ نصاریٰ گویند عیسیٰ علیہ السلام بدیں جہاں رجعت کند و باز آید۔ چنانکہ در شریعت ما نیز ایں سخن استوار است۔ چوں عیسےٰ رجعت تواند کرد محمدؐ کہ بیگماں فاضل تر از وست چگونہ رجعت نہ کند و خداوند نیز در قرآن کریم میفرماید اِنَّ الَّذِیْ فَرَضَ عَلَیْكَ الْقُرْاٰنَ لَرَآدُّكَ اِلٰى مَعَادٍ ط چوں ایں سخن را در خاطرہا جائے گیر ساخت گفت خداوند صد و بیست و چہار پیغمبر بدیں زمین فرو فرستاد و ہر پیغمبر را وزیری و خلیفتی بود چگونہ میشود پیغمبری از جہاں برود خاصہ وقتی کہ صاحب شریعت باشد و نائبی و خلیفتی بخلق نگمارد و کار امت را مہمل بگذارد ہمانا محمدؐ را علی علیہ السلام وصی و خلیفہ بود چنانکہ خود فرمود اَنْتَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَۃِ ھٰرُوْنَ مِنْ مُّوْسٰی ازیں میتواں دانست کہ علیؓ خلیفہ محمدؐ است و عثمان ایں منصب را غصب کردہ و با خود بستہ عمر نیز بناحق ایں کار بشوری افگند و عبدالرحمان بن عوف بہوای نفس دست بر دست عثمانؓ زد و دست علیؓ را کہ گرفتہ بود با او بیعت کند رہا

Marfat.com

داد اکنوں بر ما کہ در شریعت محمدیم واجب میکند کہ از امر بمعروف ونہی از منکر خویشتن داری نکنیم چنانکہ خدائی فرماید کُنتُم خَيرَ اُمَّةٍ اُخرِجَت لِلنَّاسِ تَامُرُونَ بِالمَعرُوفِ وَتَنهَونَ عَنِ المُنكَرِ پس با مردم خویش گفت مارا ہنوز آں نیز و نیست کہ بتوانیم عثمان را دفع داد واجب میکند کہ چنداں کہ بتوانیم عمال عثمان راکہ آتش جور وستم را دامن میزنند ضعیف داریم و قبائح اعمال ایشاں را بر عالمیان روشن سازیم و دلہائے مردم را از عثمان و اعمال او بگردانیم پس نامہا نوشتند و از عبداللہ بن ابی سرح کہ امارت مصر داشت باطراف جہاں شکایت فرستادند و مردم را یک دل و یکجہت کردند کہ در مدینہ گرد آیند و بر عثمان امر بمعروف کنند اورا از خلیفتی خلع فرمائید عثمان ایں معنی را تفرس ہمی کہ دو مروان بن الحکم جاسوساں بہ شہر فرستاد تا خبر باز آوردند کہ بزرگان ہر بلد در خلع عثمان ہمداستانند لاجرم عثمان ضعیف و مرکار خود فرو ماند محصور شدن عثمان در خانہ خود در سال سی و پنجم ہجری ؛

ترجمہ :۔ ۳۵ھ میں رجعی مذہب پیدا ہونے کا ذکر۔ عبداللہ ابن سباء ایک یہودی تھا۔ جس نے حضرت امیر عثمان (رضی اللہ عنہ) کے زمانہ میں اسلام ظاہر کیا اور وہ پہلی کتابوں اور صحیفوں کا اچھا عالم تھا۔ جب مسلمان ہوا تو امیر عثمان (رضی اللہ عنہ) کی خلافت اس کے دل کو پسند نہ آئی تو مجلسوں اور محفلوں میں بیٹھ کر حضرت امیر عثمان (رضی اللہ عنہ) کے متعلق بدگوئیاں شروع کرنے لگا اور برے اعمال وغیرہ جو کچھ بھی اس کے امکان میں تھا۔ حضرت امیر عثمانؓ کی طرف منسوب کرنے لگا۔ امیر عثمانؓ کی خدمت میں یہ خبر پہنچائی گئی۔ تو آپؓ نے فرمایا کہ یہ یہودی ہے کون ؟ اور حکم دیا گیا تو اس یہودی (عبداللہ بن سبا) کو مدینہ شریف سے نکال دیا گیا۔ عبداللہ مصر میں پہنچا اور چونکہ آدمی عالم اور دانا تھا۔ تو لوگوں کا اس پر جمگھٹ ہونے لگا۔ اور لوگوں نے

Marfat.com

اس کی تقریروں پر یقین کرنا شروع کر دیا۔ تو ایک دن اس نے کہا۔ ہاں اے لوگو! تم لوگوں نے شاید سنا ہو گا۔ کہ عیسائی لوگ کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس جہان میں رجعت کریں گے (دوبارہ آئیں گے) جیسا کہ ہماری شریعت میں یہ بات محقق ہے۔ جب عیسیٰ علیہ السلام دوبارہ آسکتے ہیں۔ تو حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم جو ان سے مرتبہ میں بہت زیادہ ہیں کس طرح دوبارہ تشریف نہ لائیں گے۔ اور اللہ تعالیٰ بھی قرآن میں فرماتا ہے کہ جس ذات نے آپ پر قرآن فرض کیا ہے۔ یقیناً آپ کو آپ کے اصلی وطن لوٹائے گا۔ جب اس عقیدہ کو لوگوں کے دلوں میں پختہ کر چکا تو کہنے لگا کہ اللہ تعالے نے ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر دنیا میں بھیجے ہیں۔ اور ہر ایک پیغمبر کا ایک وزیر اور ایک خلیفہ تھا۔ یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ ایک پیغمبر دنیا سے رحلت فرمائے علی الخصوص جبکہ وہ صاحب شریعت بھی ہو اور کوئی اپنا نائب اور خلیفہ مقرر نہ فرماوے اور امت کا معاملہ یونہی چھوڑ دے تو اسی بنا پر حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے وصی اور خلیفہ حضرت علیؓ ہیں۔ چنانچہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے خود فرمایا ہے۔ اَنْتَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَةِ هَارُوْنَ مِنْ مُّوْسٰی: یعنی تو میرے نزدیک ایسا ہے جیسے ہارون موسیٰ (علیہما السلام) کے نزدیک تھے۔ اس سے سمجھا جا سکتا ہے کہ حضرت علیؓ (حضور محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کے خلیفہ ہیں اور عثمانؓ نے اس منصب کو غصب کر لیا ہے اور اپنی ذات کے ساتھ لگا لیا ہے عمر (رضی اللہ عنہ) نے بھی ناحق منصب خلافت کو مجلس شوریٰ کے سپرد کر دیا الخ)

یہ عبارت نقل کرنے سے چند گزارشات مقصود ہیں:۔

(۱) رجعی مذہب دنیا میں سب سے پہلے جس شخص نے پیدا کیا وہ عبداللہ ابن سبا ہے۔

(۲) خلفائے راشدین (رضوان اللہ علیہم اجمعین) کے متعلق غاصب کہنا اور ان کی خلافت کو ناحق بیان کرنے کی ابتداء اسی عبداللہ بن سبا سے ہوئی۔ خلافت بلافصل علی (رضی اللہ عنہ) کا سب سے

Marfat.com

پہلے علمبردار بھی عبداللہ بن سبا ہے۔ عبداللہ بن سبا کے متعلق ائمہ ہُدیٰ کی تصریحات سے آئندہ سطور میں کسی قدر تبصرہ ہوگا۔ سرِدست اتنا عرض کرنا ہے کہ شیعوں کے مذہب کی بنا اسی عبداللہ بن سبا نے رکھی شیعوں کے مجتہد اعظم ملا باقر مجلسی نے اپنی کتاب حق الیقین (صفحہ ۱۵۰ مطبوعہ ایران) میں مقصد نہم کو اسی مسئلہ رجعت کے ثبوت میں انتہائی زور و شور کے ساتھ لکھا ہے۔ چنانچہ وہ لکھتا ہے کہ "بدانکہ از جملہ اجماعیات شیعہ بلکہ ضروریاتِ مذہب حق فرقہ محقہ حقیقت رجعت است" یعنی جاننا چاہیئے کہ من جملہ ان اعتقادیات کے جن پر تمام شیعوں کا اجماع ہے بلکہ ان کے مذہب کے ضروریات میں سے ہے۔ وہ رجعت کے مسئلہ کو حق جاننا ہے۔

اب اہل دانش و بینش کے نزدیک یہ بات روزِ روشن سے بھی زیادہ واضح ہوگئی کہ مسئلہ رجعت کو ظاہر کرنیوالا اور خلافت سیدنا علی کرم اللہ وجہہٗ کو بلا فصل کہنے والا اور خلفائے راشدین (رضوان اللہ علیہم اجمعین) کے متعلق غصب اور ظلم منسوب کرنے والا سب سے پہلے عبداللہ ابن سبا ہے۔ اور باقر مجلسی کی تصریح سے یہ ثابت ہوا کہ یہی عبداللہ ابن سبا کے عقیدے، شیعوں کے ضروریاتِ دین میں سے ہیں۔ اور شیعوں کے مجمع علیہ عقائد میں سے ہیں۔ اور کتاب "من لا یحضرہ الفقیہ" میں ہے کہ "ہر کہ ایمان برجعت ندارد از ما نیست"۔ جو شخص رجعت کا عقیدہ نہیں رکھتا۔ وہ ہم (شیعہ فرقہ) سے نہیں بھی مدنظر رکھیں ۱۲۔

اہل تشیع کی معتبر ترین کتاب رجال کشی صفحہ ۷۱ پر بھی عبداللہ بن سبا کا بیان ہے چونکہ روایت امام عالی مقام زین العابدین رضی اللہ عنہٗ کی ہے لہذا لفظ بلفظ مطالعہ کے لئے پیش کرتا ہوں۔

ویلٌ لمن کذب علینا وان	یعنی امام عالیمقام فرماتے ہیں کہ اس شخص
قومًا یقولون فینا ما لا نقولہ	کے لئے جہنم ہے جس نے ہم پر جھوٹے
فی انفسنا نبرّءُ الی اللہ منھم نبرّءُ	بہتان باندھے ہیں اور ایک قوم ہمارے
الی اللہ منھم مرّتین (ثم قال)	متعلق ایسی ایسی باتیں گھڑتی ہے جو ہم

Marfat.com

قال علی ابن الحسین (رضی اللہ عنہما)
لعن اللہ من کذب علیا علیہ السلام
انی ذکرت عبد اللہ ابن سبا
فقامت کل شعرۃ فی جسدی (و
قال) لقد ادعی امرا عظیما
لعنہ اللہ کان علی علیہ السلام و
اللہ عبد اللہ واخو رسول اللہ
ما نال الکرامۃ من اللہ الا بطاعتہ
للہ ولرسولہ (صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم) وما نال رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم الکرامۃ الا بطاعتہ
(ثم قال) وکان الذی یکذب علیہ
فیعمل تکذیب صدقہ ویفتری
علی اللہ الکذب عبد اللہ ابن سبا
(ثم قال) ذکر بعض اھل العلم
ان عبد اللہ بن سباء کان یھودیا
فاسلم ووال علیا علیہ السلام و
کان یقول وھو علی یھودیتہ
فی یوشع ابن نون وصی موسیٰ بالغلو
فقال فی اسلامہ بعد وفات رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم فی علی مثل

نہیں کہتے ہم ان سے بری ہیں اور اللہ کیطرف
رجوع کرتے ہیں۔ ہم ان سے بری ہیں۔ امام
عالی مقام نے دو دفعہ فرمایا (اس کے بعد)
فرمایا کہ حضرت امام زین العابدین نے فرمایا ہے
کہ جس شخص نے حضرت علیؓ کو جھٹلایا اس پر
اللہ کی لعنت ہے۔ میں نے ان کی خدمت
میں عبداللہ بن سبا کا ذکر کیا تو اس کا نام سنکر
آپ کے رونگٹے کھڑے ہو گئے اور فرمایا
کہ اللہ کی لعنت ہو اس پر اس نے بڑی بات
کا دعوے کیا تھا اور خدا کی قسم علی علیہ السلام
اللہ کے بندے ہیں اور اس کے رسولؐ کے
بھائی ہیں (صلے اللہ علیہ وسلم) آپ نے جو
بھی کرامت حاصل کی فقط اللہ اور اس کے
رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی فرمانبرداری کی
وجہ سے حاصل کی ہے۔ اور رسول اللہ
(صلی اللہ علیہ وسلم) نے اللہ تعالے کی فرمانبرداری
سے کرامت حاصل کی ہے۔ (پھر فرمایا) اور جو شخص
حضرت علیؓ پر جھوٹے بہتان باندھتا تھا اور آپ
کی سچی باتوں کو جھوٹ کیساتھ تعبیر کرتا تھا۔
اور اللہ تعالیٰ پر افتراء باندھتا تھا۔ وہ عبداللہ
بن سبا تھا (اس کے بعد کہا) بعض علماء نے

Marfat.com

ذلك وكان اول من اشهر بالقول بفرض امامة علی علیه السلام (الی ان قال) ومن ههنا قال من خالف الشیعة اصل التشیع والرفض ماخوذ من الیهودیة :

کہا ہے کہ عبداللہ بن سبا یہودی تھا - اسلام ظاہر کیا اور حضرت علیؑ کا تولّی اور اُن کی محبت کا دم بھرنے لگا - جب یہودی تھا تو حضرت یوشع بن نون کو حضرت موسیٰؑ کا وصی (خلیفہ بلافصل) کہنے میں غلو کرتا تھا اور اپنے اسلام کی حالت میں کہتا تھا - کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت علیؑ وصی (خلیفہ بلافصل) ہیں اور سب سے پہلے جس شخص نے رفض کیساتھ حضرت علیؑ کی امامت بلافصل کا قول کیا ہے - وہ یہ عبداللہ بن سبا تھا (پھر کہا) اسی وجہ سے جو شخص بھی شیعہ کا مخالف ہے وہ یہی کہتا ہے کہ تشیع و رفض کی جڑ یہودیت ہے - الخ :

چونکہ اس تحریر سے میرا مقصد صرف مخلصانہ مشورہ ہے اور اہل بصیرت حضرات کی خدمت میں غور و فکر کرنے کی درخواست ہے - اگر اہل تشیع حضرات برا نہ منائیں تو ان کو ائمہ معصومین رضوان اللہ علیہم اجمعین کے چند ملفوظات اور بھی سناؤں - اور یہ مشورہ دوں کہ ائمہ معصومین چونکہ کذب اور جھوٹ سے مبرا اور منزہ ہیں - اس لئے ان کے کلام کو سچا جان کر اس پر ایمان لائیں -

رجال الکشی صفحہ نمبر ۱۹۳

قال ابو الحسن علیه السلام ما انزل الله سبحانه آیة فی المنافقین الا وهی فی من ینتحل التشیع الخ

یعنی امام موسے کاظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ سبحانہ نے جو آیات بھی منافقین کے بارے میں نازل فرمائی ہیں - تو ان منافقین سے مراد صرف وہی لوگ ہیں جو اپنے آپ کو شیعہ بیان کرتے ہیں - ۱۲ - درحقیقت تقیہ سے زیادہ وجہ تشبیہ اور ہو ہی کیا سکتی ہے

اسی طرح کافی کتاب الروضہ صد۱۰۰ میں ہے - امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر میں اپنے شیعوں کو باقی لوگوں سے جدا کروں تو صرف زبانی وصف کرنے والے ہی پاؤں گا -

Marfat.com

اور اگر میں ان کے ایمان کا امتحان لوں تو تمام کے تمام مرتد دیکھوں گا اور اگر میں اچھی طرح چھان بین کروں تو ہزار میں سے ایک بھی نہ ملے گا۔ اس کے بعد فرمایا کہ یہ لوگ کہتے ہیں۔ ہم علیؓ کے شیعہ ہیں۔ حقیقتاً علیؓ کا شیعہ وہی ہے جو ان کے قول و فعل کو سچا جانتا ہے اور رجاء الکشی صد۱۹۴ میں ہے کہ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ ایسی قوم ہے جو گمان کرتی ہے کہ میں ان کا امام ہوں۔ خدا کی قسم میں ان کا کوئی امام نہیں کیونکہ وہ لوگ اللہ کے ملعون ہیں۔ جتنی دفعہ بھی میں نے عزت کا سامان مہیا کیا۔ تو ان لوگوں نے اس کو خراب کیا ہے۔ اللہ ان کی عزت کو خراب کرے۔ میں کچھ کہتا ہوں تو یہ لوگوں سے کہتے ہیں۔ کہ میری مراد ظاہری الفاظ سے ہے۔ میں صرف انہی لوگوں کا امام ہوں۔ جن لوگوں نے میری صحیح معنیٰ میں تابعداری کی ہے اور اسی کتاب کے صفحہ ۱۹۸ میں ہے کہ امام جعفر صادقؓ صاحب فرماتے ہیں کہ رات کو جب میں سوچتا ہوں۔ تو سب سے زیادہ دشمن انہی لوگوں کو پاتا ہوں۔ جو ہماری محبت و تولیٰ کا دم بھرتے ہیں۔

اب تھوڑا سا غور اس بات پر بھی کرلیں۔ کہ امام عالیمقام سیّدنا حسین ابن علیؓ رضی اللہ عنہما کو کن لوگوں نے شہید کیا۔ اور وہ کون لوگ تھے۔ جنہوں نے مکر و فریب کے ساتھ لاتعداد دعوت نامے لکھے تھے۔

احتجاج طبرسی صد۱۵۷ حضرت سیّدنا امام زین العابدینؓ کوفیوں کو خطاب کر کے فرماتے ہیں کہ تم نہیں جانتے کہ تم ہی لوگوں نے میرے والد ماجد کی طرف خط لکھے اور تم ہی نے ان سے دھوکا کیا اور تم ہی لوگوں نے اپنی طرف سے عہد و پیمان باندھے۔ بیعت کی اور تم ہی لوگوں نے ان کو شہید کیا اور ان کو تکلیفیں دیں۔ پس جو ظلم تم نے کمائے ان کی وجہ سے ہلاکت ہے تمہارے لئے اور تمہارے بُرے ارادوں کے لئے۔ تم رسول اللہ صلّے اللہ علیہ وسلّم کی طرف کس آنکھ سے دیکھو گے۔ جب آنحضرت صلّے اللہ علیہ وسلّم فرمادیں گے۔ تم نے میری آل کو قتل کیا اور میرے خاندان کو تکلیفیں پہنچائیں۔ پس تم میری اُمت سے نہیں ہو۔ اور کتاب کشف الغمّہ صد۱۸۷ پر اہل کوفہ کے دعوت ناموں کی بعینہٖ عبارت کی نقل موجود ہے۔ ملاحظہ فرمادیں۔

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ
للحسین ابن علی امیر المومنین
من شیعتہ و شیعۃ ابیہ
امیر المومنین سلام اللہ علیک
اما بعد فان الناس منتظروک
ولا رای لھم غیرک فالعجل
العجل یا بن رسول اللہ والسلام
علیک

یعنی حضرت حسین ابن علی امیر المؤمنین کی طرف ان کے شیعوں کی جانب سے یہ دعوت نامے ہیں۔ آپ پر اللہ تعالیٰ کا سلام ہو۔ اس کے بعد گذارش ہے کہ لوگ آپ کے انتظار میں ہیں اور آپ کے بغیر ان کی نگاہ کسی پر نہیں پڑ رہی۔ اے اللہ کے رسول (صلے اللہ علیہ وسلم) کا خانوادہ جلد از جلد تشریف لائیے (تاکہ یہ انتظار بھی ختم ہو)

کتاب مجالس المؤمنین صہ ۲۵۰ کی عبارت بھی ملاحظہ ہو کہ کوفہ میں کون لوگ تھے؟ جنھوں نے دعوت نامے بھیجے:

وبالجملہ تشیع اہل کوفہ حاجت
بر اقامت دلیل ندارد و سنی بودن کوفی
الاصل خلاف اصل و محتاج بدلیل است

یعنی اہل کوفہ کا شیعہ ہونا محتاج دلیل نہیں بلکہ بدیہی امر ہے اور اہل کوفہ کا سُنی ہونا اصل ونقل کے خلاف ہے۔

اب ذرا ان کوفیوں کے متعلق اور محبت و تولّی کے علمبرداروں کے متعلق امام عالیمقام سیدنا زین العابدین رضی اللہ عنہ کا دوسرا ارشاد بھی سُن لیں۔ کتاب مناقب المعصومین صہ ۵۲ مطبوعہ ایران

اے شیعان، اے محبان لعنتِ خدا ولعنتِ رسول (صلے اللہ علیہ وسلم) بر تمامی اہل کوفہ و شام باد۔

”اے شیعو! اے محبو! اللہ کی لعنت اور اللہ کے رسول (صلے اللہ علیہ وسلم) کی لعنت تم تمام اہل کوفہ و شام پر ہو۔“

غالباً ائمہ کرام کی جن روایات کو ظاہر کرنا ذلّت کا موجب تھا اور جن کے چھپانے کے متعلق بانیان مذہب شیعہ نے تاکیدیں کی تھیں اور اس بارے میں روایتیں گھڑی تھیں۔ وہ یہی ائمہ کرام کی حدیثیں ہیں جن کا نمونہ پیش کر چکا ہوں۔ واقعی اگر ائمہ کرام کے یہ ارشادات لوگوں کو سنائے جائیں تو

Marfat.com

کون بے وقوف شیعہ مذہب اختیار کرے گا۔

تفسیر قمی صہ ۴۴، مطبوعہ ایران میں تحت آیت کریمہ "اِذْ تَبَرَّاَ الَّذِیْنَ اتُّبِعُوْا مِنَ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْا وَرَاَوُا الْعَذَابَ وَتَقَطَّعَتْ بِهِمُ الْاَسْبَابُ ط وَقَالَ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْا لَوْ اَنَّ لَنَا كَرَّةً فَنَتَبَرَّاَ مِنْهُمْ كَمَا تَبَرَّءُوْا مِنَّا كَذٰلِكَ يُرِيْهِمُ اللّٰهُ اَعْمَالَهُمْ حَسَرٰتٍ عَلَيْهِمْ وَمَا هُمْ بِخٰرِجِيْنَ مِنَ النَّارِ" امام جعفر صادقؒ صاحب اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں اذا کان یوم القیامۃ تبرّا کل امام من شیعتہ وتبرأت کل شیعۃ من امامھا۔ جب قیامت کا دن ہوگا تو ہر امام اپنے شیعہ سے بَری ہوگا اور ہر شیعہ اپنے امام سے بَری ہوگا۔ اور ان پر تبرا کرے گا۔

اسی طرح یہی روایت امام جعفر صادقؒ صاحب سے اصول کافی صہ ۲۳۷ پر موجود ہے۔ وغیر ذٰلک مالاتحا طا بالحد ولا تنتھی بالعد۔

اب ظاہر ہے کہ ائمہ صادقین کے یہ ارشادات اور یہ حدیثیں اہل تشیع کے لئے ظاہر کرنا موت کا پیغام تھا تو ان کو چھپانے کیلئے کیوں نہ تقیہ کے باب باندھے جاتے۔

حضرات! ان روایات کا نمونہ جو میں نے پیش کیا ہے اس سے اہل تشیع کے مذہب کی ایک جہت سے تائید بھی ہوتی ہے کہ انہوں نے اپنے اماموں کے ارشادات کو خوب چھپایا اور خوب ان پر پردہ ڈالا کہ ائمہ صادقین پر اتہام تقیہ لگا کر ان کے کسی قول اور فعل کو یقین کے قابل نہ چھوڑا اور ان کے ارشاد و اعمال کے خلاف ایک مذہب گھڑ کر ان پر پردہ ڈال دیا۔ مگر جسطرح اہل تشیع کے مذہب میں صحیح اور سچی بات کو چھپانا فرض ہے۔ اسی طرح اہل السنۃ کے مذہب میں صحیح اور سچی بات کو ظاہر کرنا فرض ہے اس لئے مجبوراً ظاہر کی ہیں اور وہ بھی بہت کم تاکہ اہل تشیع حضرات بُرا نہ منائیں ورنہ سخن بسیار است۔

صاحب کشف الغمہ نے اہل السنت غریبوں کو تو اس اتہام سے کوسا کہ وہ ائمہ طاہرین رضوان اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین سے روائتیں نہیں لیتے بلکہ ان کی روایات کو پھینک دیتے ہیں۔ (نقل کفر کفر نباشد) اس لئے ائمہ طاہرین کی روایات شیعان و محبان کی مستند و معتبر کتابوں سے ہی لینا پڑیں تاکہ شیعان

Marfat.com

اور محبان سیاہ پوشان تو کم از کم ائمہ کرام کے ارشادات اور ان کے فرامین کو سچا مانیں اور ان پر ایمان لا کر مطمح نصب العین مقرر فرمادیں ۔ اور ائمہ طاہرین، معصومین صادقین کی تصریحات کے خلاف خلفائے راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین کے حق میں من گھڑت قصے کہانیوں کی بنا پر غاصب یا ظالم کہنا چھوڑ دیں۔

خلفائے راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین کے متعلق قطعی اور یقینی علم ہر لحاظ سے ائمہ صادقین ہی کو ہو سکتا ہے ۔ان کے ارشادات کو دیکھیں جو خلفائے راشدین کے مناقب میں خود اہل تشیع کی مستند و معتبر کتابوں میں حد و حساب سے باہر ہے جن کا نمونہ عرض کر چکا ہوں ۔جن کے اعمال ناموں کیساتھ مولا علی رشک فرمادیں ۔ جن کو حضرت علیؓ امام الہدیٰ اور شیخ الاسلام فرمادیں ۔جن کے متبعین کو صراط مستقیم پر پکا یقین فرمادیں ۔جن کی اتباع کو سراسر ہدایت یقین فرمادیں ۔ان تمام ارشادات کے برعکس ان کو ظالم اور غاصب کہنا سراسر حضرت علی المرتضےٰ اور باقی ائمہ کی تکذیب ہی ہے ۔ اس کے سوا انصاف سے بتائیے اور کیا ہے ؟ جہلا اور ان پڑھ و ناواقف لوگوں کو باغِ فدک کے قصے گھڑ کر سنانا اور ان کو ائمہ صادقین کے صریح غیر مبہم اور واضح ارشادات سے منحرف کرنا چھوڑ دو ۔

غور سے سنیئے فدک کے متعلق اصول کافی صد ۳۵۱ ۔

وکانت فدک لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاصۃً لانہ فتحھا و امیر المؤمنین لم یکن معھما احد فزال عنہ اسم الفیٔ و لزمھا اسم الانفال	یعنی فدک صرف رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا تھا کیونکہ اس کو صرف رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہی نے فتح کیا تھا اور امیر المؤمنین نے جن کے ساتھ اور کوئی نہیں تھا ۔ تو اس کا نام فیٔ نہیں ہو سکتا بلکہ اس کا نام انفال ہے۔

اب یہ تحقیق کہ اس غزوہ میں حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بجز حضرت علی کے اور کوئی صحابی نہ تھا ۔ واقفِ حال حضرات پر چھوڑتے ہیں ۔ سرِ دست صرف اتنی گذارش کرتے ہیں کہ کافی کی تصریح سے اتنا تو واضح ہو گیا کہ فدک فیٔ نہیں تھا ۔ بلکہ انفال تھا ۔ تو اب انفال کے متعلق حضرت امام عالیمقام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کا واضح اور کھلا فیصلہ ملاحظہ فرمالیں ۔

Marfat.com

اصول کافی صفحہ نمبر ۳۵۲

قال الانفال ما لم يوجف عليه بخيل ولا ركاب او قوم صالحوا او قوم اعطوا بايديهم وكل ارض خربة او بطون اودية فهو لرسول الله صلى الله عليه وسلم وهو للامام من بعده يضعه حيث يشاء۔

امام عالیمقام انفال کی تعریف اور اس کا حکم بیان فرماتے ہیں کہ انفال وہ ہوتا ہے جس کا حصول فوج کشی کے ساتھ نہ ہو یا دشمن جنگ کی مصالحت پر پیش کرے یا ویسے کوئی قوم حکومت اسلامیہ کو اپنے اختیار سے دے یا وہ زمین جو لاوارث غیر آباد چلی آتی ہو یا دریاؤں اور پہاڑی نالوں کا پیٹ ہو تو یہ سب انفال ہیں۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانۂ اقدس میں انفال کے واحد مالک رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تھے۔ آپ کے بعد جو امام و خلیفہ ہوگا وہی مالک ہوگا۔ جس طرح چاہے اس کو خرچ کرے۔

اسی طرح فروع کافی صفحہ ۲۶ ملاحظہ فرماویں اور اصول کافی صفحہ ۳۵۱ پر بھی فدک کو انفال ثابت کیا گیا ہے۔ تو فدک کا انفال ہونا جب تسلیم کر لیا گیا اور انفال کے متعلق یہ تسلیم کر لیا گیا کہ امام اور خلیفہ اس کے تصرف میں مختار عام ہے اور خلفائے راشدین کی امامت بحوالہ شافی و تلخیص الشافی و نہج البلاغۃ و ابن میثم وغیرہ ثابت اور محقق ہو چکی ہے اور بحوالہ کشف الغمہ ان کی تقیہ اظہر من الشمس ہے اور بحوالہ ابن میثم و نہج البلاغۃ و کافی وغیرہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا ان کے ہاتھ پر بیعت کرنا ثابت ہو چکا ہے اور حضرت امام عالیمقام سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نے غیر مستحق خلیفے کے ہاتھ پر بیعت نہ کرنے کا نقش قیامت تک نہ مٹنے والے نقوش کیساتھ ثبت کر دیا ہے۔ تو پھر ان ائمہ ہدیٰ نے اگر فرض بھی کر لیں کہ حسب ادعا شیعہ فدک کو تقسیم نہیں فرمایا۔ تو اللہ اور اس کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم اور ائمہ صادقین رضوان اللہ علیہم اجمعین کے عین مذہب و عین دین کے مطابق عمل فرمایا۔ پھر ظلم اور غصب کے اتہامات کس قدر لغو اور بے معنی ہیں۔ آخر حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اور امام عالیمقام سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے اور امام عالیمقام

Marfat.com

سیدنا حسن رضی اللہ عنہ اور امام سیدنا زین العابدین رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے اور امام سیدنا محمد باقر رضی اللہ عنہ اور امام عالیمقام سیدنا امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے بھی تو یہی سنّت اختیار فرمائی اور فدک کا تقسیم کرنا جائز نہ سمجھا۔ اسی طریقے پر عمل درآمد فرمایا جس طریقے پر کہ خلفائے راشدین نے فرمایا تھا۔

یقین نہ آئے تو اہل تشیع کی معتبر ترین کتاب کشف الغمہ صفحہ ۱۴۷ سطر ۲۳ ملاحظہ فرمائیں کہ سب سے پہلے عمر بن عبد العزیز خلیفہ بنو اُمیہ نے فدک کو تقسیم کیا مرقوم ہے۔

اہل السنت والجماعت پر اعتراض کرنے سے پہلے اہل سنّت والجماعت کے مذہب کے متعلق واقفیت ضروری ہے۔ ذاکرین اہل تشیع جب اپنے اصول مذہب سے ناواقف ہیں تو اہل السنت والجماعت کے اصول کیونکر سمجھ سکتے ہیں۔ میاں !! اہل سنّت والجماعت کے مذہب کا اصل الاصول یہ ہے کہ حدیث کی صحت یا ضعف، راوی کی صحت یا ضعف پر موقوف ہے۔ اگر حدیث کا راوی یح العقیدہ، سچا صحیح حافظہ والا ہے تو اس کی روایت کو صحیح مانا جائیگا۔ ورنہ وہ روایت ضعیف کہلائے گی۔ اب فدک والی روایت میں ایک شخص محمد بن مُسلم ہے جس کو ابن شہاب زہری بھی کہتے ہیں صرف یہی راوی یہ روایت کرتا ہے۔ اس کیساتھ دوسرا کوئی شاہد نہیں اور یہ ابن شہاب زہری اہل تشیع کے اصول کافی میں بیسیوں جگہ پر روایتیں کرتا نظر آتا ہے۔ اور اہل تشیع کی فروع کافی نے تو اسکی روائتوں کے بل بوتے پر کتاب کی شکل اختیار کی ہے تو بھائیو! اہل تشیع کے اس قدر مشہور اور معروف کثیر الروایت آدمی کی روایت سے اہل السنت پر الزام قائم کرنا اور ائمہ صادقین کو جھٹلانا عجیب فکر ہے۔ اگر اہل تشیع کے راویوں کی روایات اہل السنت کے لئے قابلِ توجہ ہوتیں۔ تو پھر بخاری ہو یا کافی کلینی اس میں کیا فرق تھا۔ آپ کی مزید تسلی کے لئے اسی محمد بن مسلم بن شہاب زہری صاحب کو کتاب منتہی المقال یا رجال بو علی میں شیعوں کی صف میں بے نقاب بیٹھا ہوا دکھاتے ہیں۔ دیکھو کتاب رجال بو علی جہاں صاف لکھا ہوا ہے کہ محمد بن مُسلم بن شہاب زہری شیعہ ہے تو فدک کا جھگڑا اب ختم کرو۔ ہم تو ابن شہاب زہری کو اچھا سمجھتے۔ اگر گھر کے بھیدی یہ بھید نہ کھولتے۔ اس کے باوجود بھی اس کی روایت پر غور کرتے۔ اگر کوئی ایک دوسرا بھی اس کے ساتھ

Marfat.com

مل کر شہادت دینا ۔ اہل سنّت والجماعت غریب اس قدر مظلوم ہیں کہ ان کے مذہب کے خلاف اگر کوئی شیعہ اور وہ بھی اکیلا روایت کرے تو اس کو اہل سنت پر بطورِ الزام پیش کیا جاتا ہے ۔ اور اہل تشیع اس قدر با اختیار ہیں کہ ان کی اپنی کتابوں میں ائمہ معصومین کی سند سے کوئی حدیث بیان کی جائے تو ان کو یہ کہنے میں کچھ تامل نہیں ہوتا کہ یہ امام اکیلے روایت کرتے ہیں ۔ ان کے ساتھ کوئی دوسرا شاہد نہیں لھذا یہ خبر احاد ہے ۔ اور قابلِ اعتبار نہیں (دیکھو تلخیص الشافی جلد ۱ صفحہ ۴۲۸ مطبوعہ نجف اشرف یہ عبارت گزر چکی ہے)

ہم آہ بھی کرتے ہیں تو ہو جاتے ہیں بدنام　　　　اور وہ قتل بھی کرتے ہیں تو چرچا نہیں ہوتا

اب رہا یہ سوال کہ اہل سنت کی کتاب میں شیعہ صاحب نے روایت کو کیسے لکھ دیا تو

اس کے جواب میں ہمارا صرف یہ کہنا کہ ہمیں پتہ نہیں چلنے دیا ۔ کافی ہو سکتا ہے ۔ میاں ! جب پہلے زمانہ میں نہ چھاپے خانے تھے ۔ نہ کاپی رائٹ محفوظ کرائی جاتی تھیں ۔ قلمی کتابیں تھیں ۔ ہر شخص نقل کر سکتا تھا ۔ علی الخصوص وہ لوگ جن کا مذہب و دین ہی تقیہ و کتمان ہو ۔ نہایت آسانی کے ساتھ تشریف لا سکتے تھے اور علمائے اسلام کے نہایت محبّب بن کر ان کی کتابوں میں حسبِ ضرورت کارستانیاں کر سکتے تھے اس پر بھی ثبوت کی ضرورت ہو تو قاضی نور اللہ شوشتری کی مشہور ترین کتاب مجالس المؤمنین ص ۲ مطالعہ فرمالیں ۔ کہ ہم لوگ شروع شروع میں سنّی حنفی ، شافعی ، مالکی ، حنبلی بن کر اہل سنت کے استاذ اور ان کے شاگرد بنے رہے ۔ ان سے روایتیں لیتے تھے ۔ ان کو حدیثیں سناتے تھے اور تقیہ کی آڑ میں اپنا کام کرتے رہے ۔ کتاب ایران کی چھپی ہوئی ہے ۔ فارسی زبان میں ہے ہر شخص مطالعہ کر سکتا ہے ۔ تو یہ کیا مشکل تھا ۔ کہ اسی آڑ میں کسی غریب سنّی کی کتاب میں یہ کارفرمائی بھی کرلی ہو ۔

شاہ ولی اللہ صاحبؒ کے حوالہ سے کہنا کہ انہوں نے بخاری شریف کی تمام روایات کو برحق اور صحیح ہی تسلیم فرمایا ہے ۔ غلط اور جھوٹ ہے ۔ شاہ صاحبؒ مرحوم تقاسم فوع حدیث کے متعلق صحت کا دعویٰ کرتے ہیں ۔ اور باغِ فدک کی تقسیم نہ کرنے کی روایت مرفوع نہیں ۔

Marfat.com

(مرفوع حدیث صرف وہی ہوتی ہے جو رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلّم کا ارشاد ہو یا حضور صلے اللہ علیہ وسلّم کا عمل ہو یا حضور صلے اللہ علیہ وسلّم نے اپنے زمانۂ اقدس میں کوئی عمل بلاحظہ فرمانے کے بعد اس کو جائز اور برقرار رکھا ہو۔ دیکھو فن حدیث شریف کے متعلق علمائے حدیث کی تصریحات) اور فدک کے متعلق روایات بعد کے واقعات پر مشتمل ہو سکتی ہیں۔ اگر ہم اہل تشیّع کے اس راوی کو سچا بھی مان لیں اور غیر مذہب ہونے کے باوجود اس کی روایت کو اپنی کتاب میں لکھ بھی لیں۔ اور یہ بھی تسلیم کریں کہ خود ہم نے اسکی روایت کو اپنی کتاب میں لکھا ہے۔ تو پھر بھی ہمارے اصول کے مطابق بلکہ اہلِ تشیّع کے اصول کے مطابق بھی یہ روایت قابلِ حجت نہیں۔ کیونکہ صرف ایک راوی ہے لہٰذا خبر احاد ہے۔ اور خبر احاد حجت نہیں ہوتی۔ اہل السنّت کے اصول کو نظر انداز کر کے خود اہل تشیّع کے امام الطائفہ ابوجعفر طوسی کی کتاب تلخیص الشافی جلد ۲ صفحہ ۴۲۸ کا مطالعہ کریں جہاں صاف لکھا ہے کہ خبر احاد ناقابلِ حجت ہوتی ہے۔ جیسا کہ بیان ہو چکا ہے۔ اور غریب اہل سنّت والجماعت ائمہ کرام کی روایات کو تو سر آنکھوں پر تسلیم کرتے ہیں۔ اور اگر کسی غیر مذہب کی منفرد روایت کو بھی اس طرح تسلیم کریں کہ جس کے تسلیم کرنے سے تمام ائمہ طاہرین کی بھی تکذیب لازم آتی ہو۔ شانِ رسالتآب صلّی اللہ علیہ وسلّم کے متعلق بھی برا عقیدہ لازم آتا ہو تو بھائی ہمیں اس کجروی سے معاف رکھیئے۔ ہم سے یہ توقع رکھ کر ہم پر الزام قائم نہ کریں۔ ہمارا اتنا حوصلہ نہیں۔ ہم تو اس قصّے کو الف لیلیٰ سے زیادہ وقعت نہیں دے سکتے۔ فدک کے متعلق مزید تحقیق دیکھنا چاہیں تو کتاب "بنیات" مولفہ جناب سید محمد مہدی علی خاں صاحب تحصیلدار مرزاپور جلد دوم مطالعہ فرما دیں۔ یہ حقیقت ہے کہ تحصیلدار صاحب موصوف کے دلائل اور بحث نہایت محققانہ اور فاضلانہ ہے جن دلائل کو اور جس بحث کو صاحب موصوف نے قلمبند فرمایا ہے۔ انہی کا حصّہ ہے۔

تحصیلدار صاحب کی وسعتِ نظر اور ان کی مبصرانہ بحث قابلِ تحسین ہے۔ میں گزارش کر رہا تھا کہ ائمہ معصومین کی تصریحات کے بالمقابل اس قسم کی روایات گھڑنا اور اُن کے صریح ارشادات کے معانی و مطالب میں غلط تصرفات اور نامعقول تبدیلیاں کرنا اور

Marfat.com

بعید از قیاس مفہومات بیان کر کے اللہ کے مقدس گروہ کے شان میں سبّ و شتم کے لئے منہ کھولنا حد درجہ جسارت اور گستاخی معاف کریں۔ حد درجہ بے ایمانی ہے۔ اہل السنّت والجماعت کے مذہب کے خلاف اعتراض کرنے اور ان پر کوئی بھی الزام لگانے سے پیشتر یہ ضرور مدِّنظر رکھا جائے کہ ان کے مذہبی اصول کیا ہیں۔ اہل السنّت والجماعت کے سامنے کوئی بھی روایت پیش کی جائے تو سب سے پہلے ان کی نگاہیں سند کی تلاش کرتی ہیں۔ سند کے تمام اشخاص ان کی کتب اسمائے رجال کی تصریح کے مطابق اگر اہل السنّت سچے، راستباز، صحیح حافظہ والے ثابت ہو جائیں تو پھر بے دھڑک ان پر ایسی روایات کو بطورِ الزام پیش کیا جا سکتا ہے۔ اور اگر سند میں ایک راوی بھی بد مذہب جھوٹا سیّٔ الحفظ، دھوکا دینے والا ثابت ہو جائے۔ تو اس روایت کو الزام دینے والے کے گلے میں لٹکا دیتے ہیں کیونکہ ان کا مذہب اس قسم کی روایات پر مبنی نہیں۔ فرض بھی کر لیں کہ اس قسم کی روایات اہل السنّت کی کتابوں میں کسی تقیہ باز کی کرم فرمائی کی وجہ سے درج ہوں۔ مگر ان کی نگاہِ امتیاز سے ہر وقت بچنا چاہیئے۔ اتقوا من فراسة المؤمن فانه ینظر بنور الله (مومن کی فراست سے بچو کیونکہ اللہ تعالیٰ کے نور سے دیکھتا ہے)۔ بلکہ اہل السنّت کے ہاں روایت کی جانچ اور پڑتال کے لئے علاوہ علم الاسناد کے حدیثِ متواترہ اور قرآن کریم بھی ہے۔ کہ جو روایت قرآن حکیم اور احادیثِ متواترہ کے برخلاف ہو گی۔ اس کو ناقابلِ عمل و ناقابلِ تسلیم کا درجہ دیتے ہیں۔ خواہ ایسی روایت کی سند کے متعلق کسی قسم کا تبصرہ نہ بھی کیا گیا ہو۔ غرضیکہ صداقت و سچائی و راست بازی کا پورا پورا خیال رکھتے ہیں۔ اور اسی کو ہر روایت و درایت کا مَبنیٰ علیہ یقین کرتے ہیں۔ اور اسی پر ان کے مذہب کی بنا ہے۔

کاش اہل تشیع بھی کم از کم ایسے لوگوں کی روایت پر عمل نہ کرتے۔ جن کو ائمہ صادقین نے اُن کی اپنی کتابوں میں کذّاب (بڑا جھوٹا) وضّاع (من گھڑت روائتیں گھڑنے کا بہت زیادہ عادی) لعنتی وغیرہ کلمات کے ساتھ سرفراز نہیں فرمایا۔ تو مجھے یقین کامل ہے کہ شیعہ سنّی نزاع دیکھنے میں نہ آتا۔ مثلاً اہل تشیع کی مخصوص روائتوں کے راویوں کو رجال الکشی وغیرہ میں دیکھیے

Marfat.com

اور میری اس گذارش کی تصدیق کیجئے۔ اور جن راویوں کے متعلق ائمہ معصومین نے مذکورہ بالا کلمات نہیں فرمائے۔ تو ان کی روائتیں کلیتہً نہیں تو بالاکثریت اہل السنّت والجماعت سے ملتی جلتی ہیں جن کو بغرضِ خیر خواہی اہل التشیع کی خدمت میں پیش کیا گیا ہے اور باقی علماء حضرات بھی پیش کرتے رہتے ہیں۔ عقائد کے متعلق تو نمونہ کے طور پر بعض روائتیں پیش کی گئی ہیں۔ اعمال کے متعلق بھی ایک روائت مثال کے طور پیش کی جاتی ہے جو نماز جنازہ میں تکبیروں کی تعداد کے بارے میں فروع کافی جلد ۱ صفحہ ۹۵ پر درج ہے۔

عن محمد بن مہاجر عن امہ ام سلمة قالت سمعت ابا عبد الله علیہ السلام یقول کان رسول الله صلّی الله علیہ وآلہ وسلّم اذا صلّی علی میت کبر وتشہد ثم کبر ثم صلّی علی الانبیاء و دعا ثم کبر الرابعة ودعا للمیت ثم کبر وانصرف فلما نہٰہُ الله عز وجل عن الصلوٰة علی المنافقین کبّر وتشہد ثم کبر وصلّی علی النبیین صلّی الله علیہم ثم کبر فدعا للمومنین ثم کبر وانصرف ولم یدع للمیت۔

یعنی حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے بھانجے حضرت محمد ابن مہاجر، اپنی والدہ ماجدہ سے روایت فرماتے ہیں کہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم شروع میں جب میت پر نماز جنازہ پڑھتے تھے تو تکبیر کہتے تھے پھر شہادت پڑھتے تھے۔ پھر دوسری تکبیر کے بعد انبیاء علیہم السلام پر درود شریف پڑھتے تھے اور دعا مانگتے تھے۔ پھر چوتھی تکبیر کے بعد میت پر دعا مانگتے تھے۔ پھر پانچویں تکبیر کے بعد سلام پھیرتے تھے۔ پھر جب اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ کو منافقوں پر نماز جنازہ پڑھنے سے منع فرمایا تو اس کے بعد ہمیشہ جنازہ میں چار تکبیریں پڑھتے تھے اس ترکیب کیساتھ کہ پہلی تکبیر کے بعد شہادت دوسری تکبیر کے بعد درود شریف تیسری تکبیر کے بعد مومنین (احیاء و اموات) کیلئے دعا فرماتے تھے۔ پھر چوتھی تکبیر کہہ کر سلام پھیرتے تھے ۱۲۔

Marfat.com

اب منافقوں پر پانچ تکبیریں اور مؤمنین پر چار تکبیریں پڑھا جانا ائمہ معصومین کی روایت سے کسطرح واضح ہے اور امام عالیمقام کی روایت سے روز روشن سے بھی زیادہ واضح ہوگیا کہ جب منافقین پر نماز جنازہ پڑھنے سے منع فرمایا گیا تو اس کے بعد ہمیشہ چار تکبیریں ہی پڑھی جاتی تھیں۔ منافقوں پر نماز جنازہ پڑھنے سے اس آیت کریمہ کے ذریعہ منع فرمایا گیا۔ وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓی اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا ۔ کہ اے اللہ تعالیٰ کے پیارے رسول صلے اللہ علیہ وسلم، آپ کبھی کسی منافق پر نماز جنازہ نہ پڑھیں اب اہل تشیع نے جو پانچ تکبیریں اپنے مذہب میں رائج کر رکھی ہیں۔ اس کی یہی وجہ سمجھ میں آسکتی ہے کہ اہل تشیع کے اسلاف نے اپنے میتوں پر جو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا۔ تو اسی کو اپنالیا۔ اور جب منافقین پر نماز جنازہ ممنوع ہوئی تو اہل تشیع کے اسلاف حسب ارشاد باری عز اسمہٗ وَلَتَعْرِفَنَّهُمْ بِسِيمَاهُمْ تقیہ کے پردے میں نہ چھپ سکنے کی وجہ سے غالباً غیر حاضر رہتے ہوں گے۔ اسی لئے جو انہوں نے آنکھوں سے نہیں دیکھی۔ اسی کو جائز نہ سمجھا تاہم ائمہ صادقین کے ارشاد پر ان کو اور نہیں تو تقیتہً ایمان لانا چاہیئے تھا اور بظاہر اس پر عمل کرتے ہوئے چار تکبیریں ہی نماز جنازہ میں پڑھتے مگر منشئ قضاء وقدر نے ان دو قسموں کی نماز جنازہ کو دونوں فرقوں کی قسمت میں الگ الگ لکھ دیا ہے۔ ورنہ مؤمنین پر چار تکبیر والی نماز جنازہ خود اہل تشیع کی معتبر ترین کتاب کافی میں ائمہ معصومین سے مروی ہے اور اسی پر ہمیشہ کا معمول رہنا فرمایا گیا ہے جیسا کہ امام صادق رضی اللہ عنہ کی حدیث میں واضح طور پر موجود ہے جو ابھی بیان ہو چکی ہے۔ اب تقدیر کو تدبیر کیسے بدل سکتی ہے۔

یہ بات بھی غور طلب ہے۔ کہ ائمہ معصومین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے اپنے فرزندوں دلبندوں کے نام مبارک ابوبکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ رکھا ہے۔ اور اہل تشیع کی تقریباً ہر کتاب میں جہاں بھی ائمہ معصومین کی اولاد معصومین کا بیان اور ان کے اسمائے گرامی کا ذکر آتا ہے۔ یہ حقیقت واضح ہے۔

جلاء العیون مصنفہ باقر مجلسی ص میں بالتصریح موجود ہے۔ اور کشف الغمہ صفحہ ۱۳۲، ۲۲۴ پر حضرت سیدنا امام عالیمقام علی کرم اللہ وجہہٗ کے ایک صاحبزادے صاحب کا نام مبارک ابوبکرؓ دوسرے کا نام مبارک عمرؓ، تیسرے کا نام مبارک عثمانؓ موجود ہے اور یہ بھی تصریح ہے کہ یہ تینوں حضرات اپنے بھائی کے ساتھ میدان کربلا میں شہید ہوئے۔ جلاء العیون ص میں ہے کہ امام عالیمقام شہید کربلا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایک فرزند کا نام عمرؓ ہے جو علی اکبرؓ کے نام سے مشہور تھے۔ کشف الغمہ ص۱۰۱ میں ہے کہ امام عالی مقام سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما

کے ایک صاحبزاد صاحب کا نام مبارک ابوبکرؓ دوسرے کا نام مبارک عمرؓ ہے۔ کشف الغمہ صفحہ ۲۰ میں ہے کہ امام عالیمقام سیدنا علی ابن الحسین زین العابدین رضی اللہ عنہم کے ایک صاحبزادے صاحب کا نام مبارک عمرؓ ہے کشف الغمہ صفحہ ۲۴۳ میں امام عالیمقام ابوالحسن موسٰے کاظم رضی اللہ عنہما کے ایک صاحبزادے صاحب کا نام مبارک ابوبکرؓ ہے۔ دوسرے کا نام مبارک عمرؓ ہے۔

وقت تحریر چونکہ میرے پاس جلاء العیون موجود نہیں ورنہ اس کے صفحات بھی درج کرتا صفحات یاد نہیں ہیں۔ علماء حضرات کتاب دیکھ کر صفحات لگالیں۔

کتاب ناسخ التواریخ میں ہر ایک امام کے فرزندوں کے نام اور ان کے فرزندوں کے فرزندوں کے نام حتیٰ کہ کئی پشتوں تک ابوبکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ ہے۔

اب جن مقدس ہستیوں نے اپنے دلبندوں کے نام ابوبکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ رکھے تھے۔ بہرصورت وہی ہستیاں انکے مراتب اور فضائل سے زیادہ واقف ہوسکتی ہیں نہ کہ ساڑھے تیرہ سو سال کے بعد آنیوالے لوگ (اور اگر گستاخی نہ ہو) تو ایسے لوگ جو قرآن کریم کی کسی آیت کا صحیح ترجمہ کرنا تو بجائے خود صحیح تلاوت بھی کرنے سے نابلد ہیں۔ علوم عربیہ پر مہارت تو بڑی چیز ہے۔ نام سے واقف بھی نہیں تو ایسے لوگوں کو حق کہاں سے پہنچتا ہے؟ کہ ائمہ دین کے واضح طرز عمل کیخلاف ان تصریحات کے مناقض و برعکس خلفائے راشدین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے اعلیٰ و ارفع شان کے متعلق کوئی نظریہ قائم کریں اور اسی من گھڑت عقیدے ماتحت اللہ کے مقبولوں کے نام لیکر ان کے حق میں سب بکنا عبادت تصور کریں اتنا تو ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ اپنی اولاد کا نام بہتر سے بہتر رکھا جاتا ہے۔ آئندہ اولاد کی قسمت نام رکھنے میں تو ایک غریب سے غریب آدمی بھی بچے کا نام شاہجہان رکھنا ہی پسند کرتا ہے مگر کبھی نہیں دیکھا کہ کسی نے بھی اپنے فرزند دلبند کا نام ایسا رکھا ہو جس کو وہ برا مانتا ہے۔ مثال کے طور پر کوئی بڑے سے بڑا محب اپنے لڑکے کا نام ابن زیاد یا شمر، یزید وغیرہ نہیں رکھ سکتا۔ تو تمام ائمہ کرام اپنے فرزندوں، امام زادوں کے نام ایسے کیوں رکھ سکتے تھے جنکو وہ اچھا نہ جانتے ہوں معلوم ہوا کہ انکے نزدیک ابوبکر، عمر، عثمان، انتہا درجہ فضل و کمال، تقدس اور رفعت شان پر فائض ہستیاں تھیں جیسا کہ پہلے اوراق میں ائمہ معصومین کی تصریحات کو بطور نمونہ پیش بھی کرچکا ہوں۔ اگرچہ اہل عقل کے نزدیک ائمہ معصومین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا اپنے فرزندوں کا نام ان مقدس ہستیوں کے نام رکھنا ان کے علو مرتبت و رفعت شان کیلئے بڑی زبردست دلیل ہوسکتی ہے مگر ہم یہ بھی بتائے دیتے ہیں کہ اہل التشیع کی معتبر ترین کتابوں میں یہ تصریح موجود ہے کہ ائمہ طاہرین کے نزدیک کسی ایسے آدمی کا نام اپنی اولاد کیلئے تجویز کرنا جس پر اللہ تعالیٰ خوش نہ ہو۔ ہرگز جائز نہیں مثال

Marfat.com

کے طور پر دیکھو کشف الغمہ ص ۲۱۲ جہاں امام حضرت ابوالحسن موسیٰ رضا اور امام جعفر صادق صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہما دونوں اپنے ایک شیعہ "یعقوب سراج" کو حکم دے رہے ہیں۔ کہ کل جو تو نے اپنی لڑکی کا نام رکھا ہے جلد اسکو بدل لو کیونکہ ایسے آدمی کا نام ہے جس پر خدا خوش نہیں۔ تو جو دوسروں کی اولاد کا نام بدلنے کا حکم دے رہے ہیں وہ اپنے فرزندوں کے نام ایسے کیوں تجویز کرتے جو اللہ کے پیارے نہیں تھے اور جنکو وہ بہتر نہیں جانتے تھے کئی دوستوں نے ایک عجیب لطیفہ سنایا کہ شہر سرگودھا میں ایک آنکھوں کے ڈاکٹر ہیں جنکے پاس جب کوئی ایسا مریض جاتا ہے جس کا نام "صدیق" یا "عمر" یا "عثمان" ہو تو پہلے تو اسکو زیر علاج رکھنے سے ہی انکار کر دیتے ہیں۔ اور اگر کوئی ناقابلِ رد سفارش لے جاتا ہے تو پھر اس غریب کو ہمیشہ کیلئے آنکھ کے مرض سے بے نیاز کر دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس قسم کے آئی سپیشلسٹ محب ائمہ معصومین کے زمانہ میں علاج کی خدمات پیش نہ کر سکے ورنہ ان نور دیدہ ائمہ کیساتھ بھی یہی سلوک ناگزیر تھا جونہی وہ مقدس ہستیاں اپنا نام ابوبکر یا عمر یا عثمان بتاتیں اِدھر دستِ محبت شانِ محبت کا مظاہرہ کر گزرتا۔ ایسے ڈاکٹر صاحب کا یہ نظریہ بھی خارج از حکمت نہیں کیونکہ ابوبکر و عمر و عثمان رضی اللہ عنہم کو آنکھ کیساتھ نسبت بھی تو ہے۔

دیکھئے اہل التشیع کی معتبر ترین کتاب معانی الاخبار مطبوعہ ایران ص ۱۱۰ جہاں امام عالیمقام امام حسن رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابوبکر میری آنکھ ہے عمر میرے گوش مبارک ہیں عثمان میرا دل منور ہے اور تفسیر امام حسن عسکری علیہ السلام مطبوعہ ایران ص ۱۴۳ و ۱۶۹ کہ جہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ ابوبکر بمنزلہ میری آنکھ کے ہے تو ایسی صورت میں محبت و تولیٰ کا سارا مظاہرہ آنکھ ہی کے متعلق پیش کرنا زیادہ مناسبت رکھتا ہے حضرات انتہائی تعجب ہوتا ہے کہ جو لوگ اپنے روزمرہ مشغلہ کے متعلق بھی تاریخ سے اس قدر بیخبر ہیں کہ انکو ائمہ معصومین کے نام تک معلوم نہیں انکے واضح ترین طرز حیات تصریحات اور لائحہ عمل تو درکنار محض جہالت پر مبنی ایک خود ساختہ دھرم پر کیوں اترا رہے ہیں۔ چونکہ صاحب کشف الغمہ نے اہل السنت والجماعت کے متعلق بڑے شد و مد کیساتھ اتہام باندھا تھا کہ وہ ائمہ معصومین کی روایات کو نہیں مانتے۔ اسی غرض سے میں نے اہل التشیع ہی کی معتبر ترین کتابوں کو حاصل کیا اور ان سے صرف وہی روایتیں جو ائمہ طاہرین معصومین سے ہیں اور جنکے متعلق یقین کامل ہے کہ محبت و تولیٰ کا دم بھرنے والے ایسی روایتوں کو سر آنکھوں پر رکھیں گے اور دیکھتے ہی ایمان لائینگے۔ اہل عقل و انصاف کی خدمت میں پیش کی ہیں یہ رسالہ گویا کلمۃ باقیہ ہے۔ اللہ تعالیٰ منظور فرمائے اور اپنے مقبولین کے طفیل اہل انصاف و دانش کو اس سے ہدایت بخشے اور مجھ غریب کو جزائے خیر سے سرفراز فرماوے۔ آمین ثم آمین۔ وَمَا تَوْفِیْقِیْ اِلَّا بِاللّٰہِ عَلَیْہِ تَوَکَّلْتُ وَاِلَیْہِ اُنِیْبُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ ؕ

فقیر محمد قمر الدّین سیالوی غفر اللہ لہٗ
سجادہ نشین آستانہ اقدس سیال شریف (ضلع سرگودھا)

تاریخ ۱۸۔ ربیع الآخر ۱۳۷۷ھ یوم الاثنین

(مکتبہ سلیم ملکپوری ضلع گجرات)

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com